درس ایمان

اسلامی دستور حیات

مرتبہ: محمد لطیف

پیر جنڈ تحصیل کھاریاں (گجرات)

مرتبہ: محمد لطیف

پیرجنڈ تحصیل کھاریاں (گجرات)

احمد سجاد پرنٹنگ پریس۔ جمشید سٹریٹ۔ موہنی روڈ۔ لاہور
ٹیلیفون: ۷۳۵۷۱۵۹
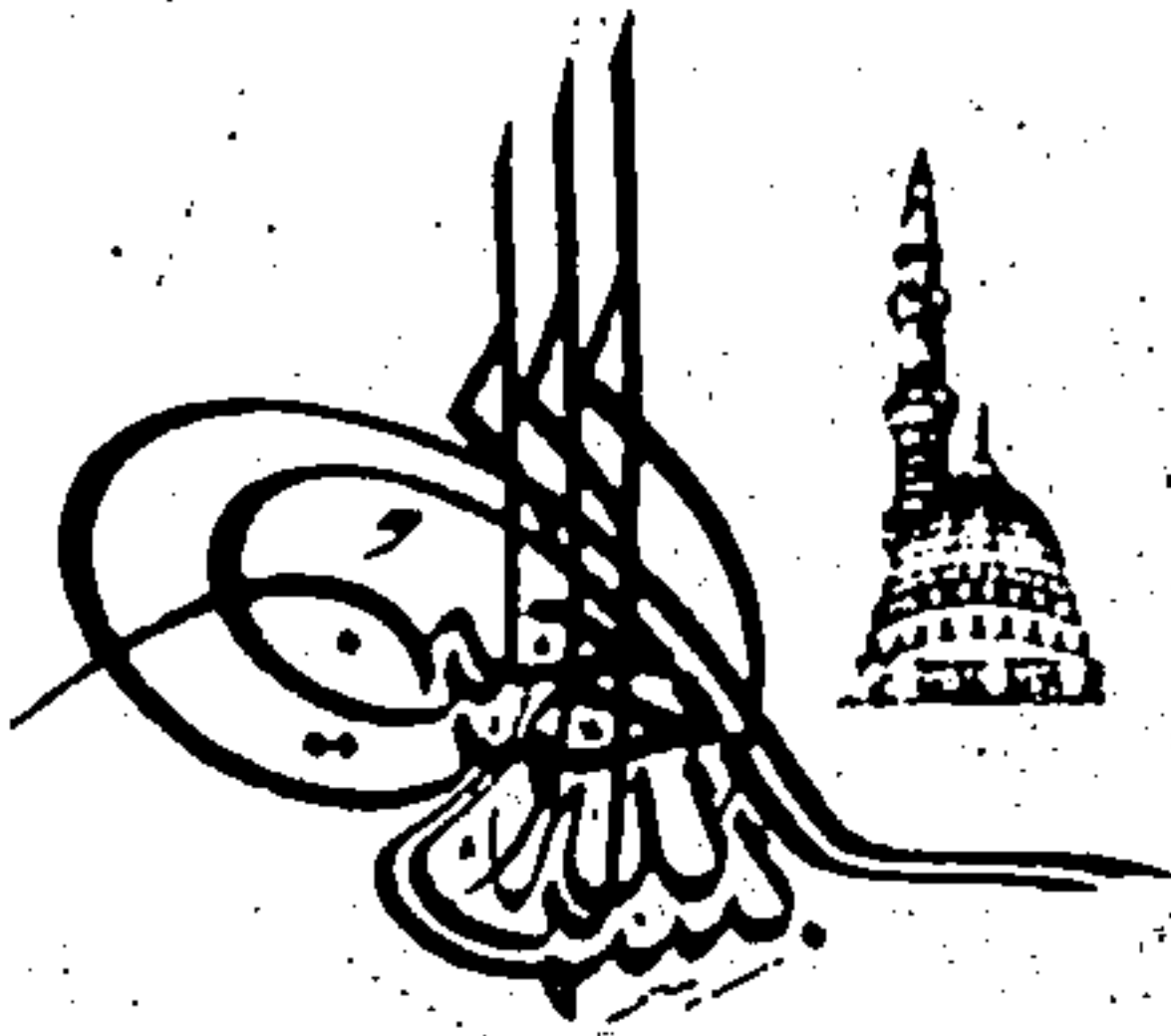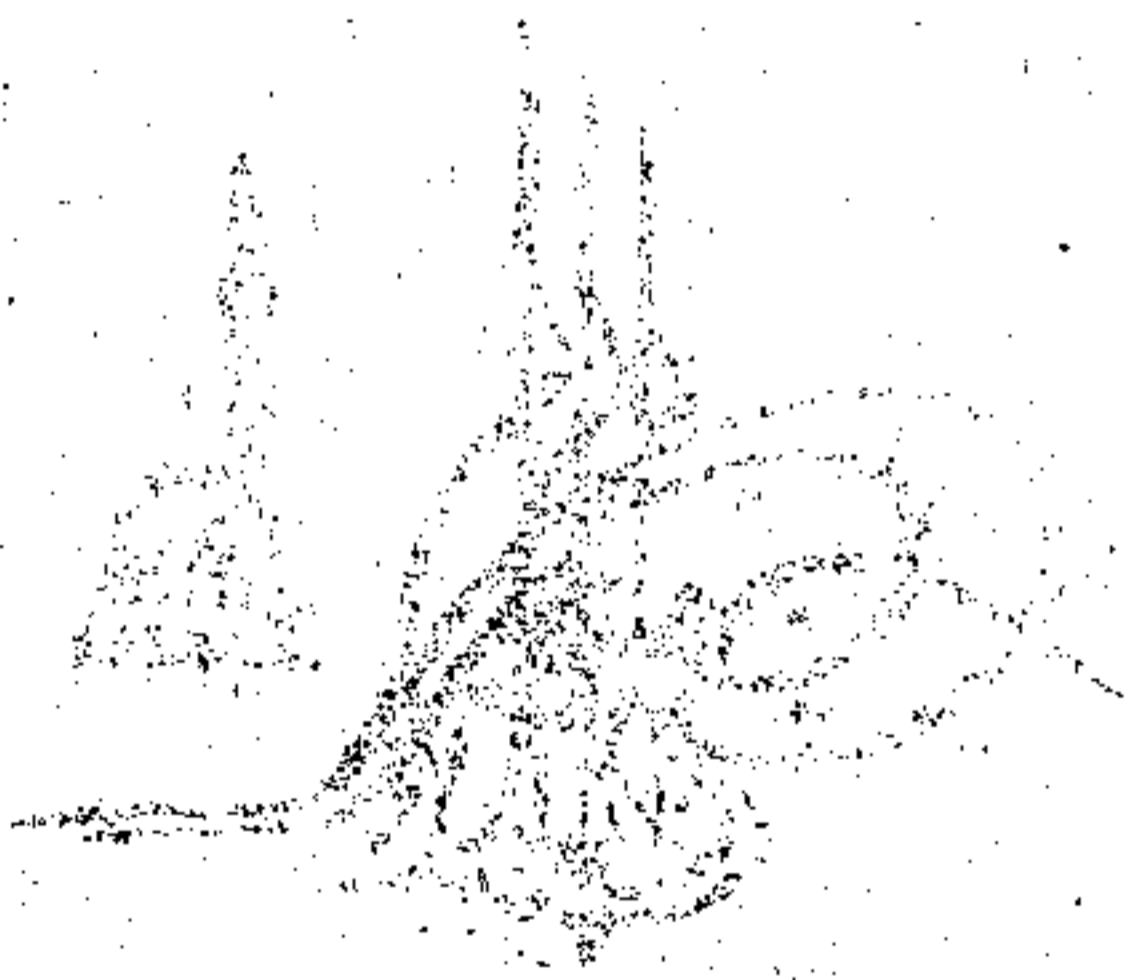
ارشادات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
(علیہ الصلوۃ والسلام)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

○ اللہ کی راہ میں جسکے دونوں قدم گرد آلود ہوجائیں وہ آگ پر حرام ہو جائیں گے۔

○ اللہ کی راہ میں مورچے پر جمے رہنا دنیا میں جو کچھ ہے اس سے بہتر ہے۔ خدا کی راہ میں ایک صبح یا ایک رات نکلنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

○ جو اس حال میں مر جائے کہ اس نے جہاد نہ کیا ہو اور نہ جہاد کی تمنا و ارادہ کیا ہو وہ نفاق کے ایک حصے پر مرے گا۔

○ جس نے صدق دل سے اللہ سے شہادت مانگی اللہ تعالیٰ اسے شہید کا مقام عطا کرے گا خواہ اسے بستر پر ہی موت آجائے۔

○ شہید کا ہر گنا معاف کردیا جائے گا سوائے قرض کے۔

عبداللہ بن عمروؓ

○ شہید پانچ قسم کے ہیں :

①جو طاعون سے فوت ہو جائے۔

②جو پیٹ کی بیماری سے مرے۔

③جو ڈوب کر انتقال کر جائے۔

④جو جریان خون سے ہلاک ہو جائے۔

⑤جو اللہ عزوجل کی راہ میں شہید ہو جائے۔

○ اللہ کی راہ میں ایک دن اور ایک رات کا رباط یعنی جنگی تیاریوں میں مصروف رہنا ایک ماہ کے روزوں اور ان میں قیام لیل سے بہتر ہے۔

مواعظ رضویہ حصہ دوئم

گزارشات

عمر سے زیادہ ناپائیدار شائد کوئی چیز نہیں اس کا مشاہدہ ہم شب و روز کرتے ہیں مگر ہم یہی سوچ کر دل کو تسلی دے لیتے ہیں کہ گری ہے جس پر بجلی وہ میرا آشیانہ کیوں ہو۔

تحریریں اور تقریریں ایک ایسا آئینہ ہوتی ہیں جس میں متعلقہ اشارات جھلملاتے دیکھائی دیتے ہیں۔ یہ آئینے ہر کوئی دیکھتا ہے لیکن ان میں جھلکنے والی تصویر اور تصور آسان طریقے سے پیش کیا جائے جو عام فہم انسان بھی ان آئینوں میں حکم اللہ اور نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا تصور دیکھ سکے تو کام آسان ہو جاتا ہے۔ یہ تبلیغ کتابی شکل میں ان نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کیلئے لکھی گی ہے جو ہائی سکولوں کی آخری جماعتوں یا کالج کی ابتدائی منزلوں میں تعلیم حاصل کر رہے ہوں۔ بلکہ ہر شعلے اور طبقے سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں تک پہنچانے کا عزم کیا ہے کیونکہ باطل نظریات کے مسلسل

دلفریب پرچار کے باعث نوجوان نسل اسلام کی عظیم روحانی اور اخلاقی اقدار سے ناآشنا اور بیزار ہوتی جارہی ہے اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ قوموں کا مستقبل ان کی بقاء اور فلاح و ترقی نوجوان نسل ہی سے وابستہ ہوتی ہے چنانچہ ہر سطح پر دشمن قوتیں زیادہ تر نوجوان نسل ہی کو اپنا نشانہ بناتی ہیں۔ کیونکہ انہیں یقین ہوتا ہے کہ اگر نوجوان نسل دام فریب میں گرفتار ہو جائے تو کوئی مشکل نہیں کہ ایک دن پوری قوم ان کے فکری و نظریاتی اور سیاسی و تہذیبی تسلط میں آجائے گی۔
میں نے یہ تبلیغی کتاب ذریعہ معاش نہیں بلکہ ذریعہ نجات سمجھ کر مرتب کی ہے جس میں قرآن مجید کی تعلیمات کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے اور قرآن ہی کے طرز استقلال کی پیروی کی گئی ہے خدا کرے یہ کوشش جس غرض کیلیے کی ہے وہ پوری ہو۔
آمین ثم آمین

لہٰذا ان عقائد خداوندی کو گھر گھر پہنچانے کا عزم کیا

ہے۔ ہر مسلمان کا فرض بنتا ہے۔ خصوصاً" استاد صاحبان اس جہاد میں پورا پورا تعاون کریں یہ صدقہ جاریہ ہے جو اسکو پڑھ کر ایک لفظ بھی یاد رکھے گا اس کو اور اس تک پہنچانے والوں کو قیامت تک ثواب ملے گا۔ جس سے دنیا و آخرت بہتر ہو جائے گی۔

ایم لطیف

کامل انسان

خدا تعالیٰ کا بڑا احسان ہے جس نے بندے کو اپنے پیارے محبوب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے انسان اور انسان سے اشرف المخلوقات بنایا انسان اگر خدا تعالیٰ کی عنایات کی قدر و احترام نہ کرے یا خدا تعالیٰ کا شکر ادا نہ کرے یا حیوانوں جیسی حرکتیں کرے تو انسان اور حیوان میں کیا فرق رہ جاتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا انسان پر زیادہ احسان و حساب بنتا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل و شعور سے نوازا ہے جس سے وہ اچھائی و برائی خوب سمجھ سکتا ہے۔ پھر خدا تعالیٰ نے انسان کو کھانے پینے پہننے اور رہنے سہنے کیلئے ایسی چیزیں عطا فرمائیں جو انسان کے اپنے بس میں نہیں ہیں۔ جو ان باتوں پر اتفاق نہیں کرتا وہ خدا کے حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے' ہر خوشی و غمی اس کی طرف سے ہے اور انسان کو چاہئے کہ ہر حالت میں خدا تعالیٰ کے آگے عاجزی و انکساری

کرتا رہے۔ اللہ کریم کسی کو امارت دیکر دیکھتا ہے کہ میرے لئے کتنا مال خرچ کرتا ہے یا حرام و حلال کی تمیز بھی کرتا ہے کہ نہیں۔ اور کسی کو غریب اور مفلس بنا دیتا ہے کہ غربت میں میرا کتنا خیال کرتا ہے مجھ سے مدد اور بھروسہ رکھتا ہے کہ نہیں؟ لہٰذا انسان دونوں حالتوں میں کامیاب نہیں۔ دونوں حالتوں میں خدا کے حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے حکم کا پابند اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کے مطابق زندگی گزارنا کمزور کی مدد کرنا اور طاقتور کی مخالفت سے صبر اور تحمل سے پیش آنا دراصل معاشی، سماجی اور دینوی زندگی اللہ کے حکم کے مطابق گزارنا ہی انسان کامل ہے۔

اللہ تعالیٰ بہت رحیم و کریم ہے اس کی مقدس ذات سے رحمت کے دھارے برستے ہیں جو اپنی تمام تر مخلوقات کے ارتقاء کا ضامن ہے انسان فطرتاً اس کی ذات اقدس سے محبت کرنے پر مجبور ہے اور محبت کا تقاضہ بھی ہے کہ بندہ اس کی ثنا

کے گیت گائے اس کی دہلیز پر سر جھکائے روتا گڑگڑاتا ہوا اس
کی عظمتوں کا اقرار کرے اور اپنی بے بسی اور محتاجی کا اظہار
کرے اور سر سجدے میں رکھدے سجدہ نماز میں ہوتا ہے اور
کلمہ گوہ کیلئے پہلا فریضہ نماز ہی ہے۔پانچ وقت کی نماز ادا کرنا
اللہ کریم قرآن مجید میں حکم دیتا ہے کہ مسلمان پر پانچ وقت کی
نماز وقت مقرر کی پابندی سے فرض کی گئی ہے یعنی کلمہ طیبہ
پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہوتے ہی ایک عاقل اور بالغ
مسلمان پر سب سے پہلا فریضہ نماز ہی ہے جو اپنی دینی روحانی
اور جسمانی فوائد کی حامل ہے لیکن نماز ان سب سے بڑھکر
ایک جامع تصور عبادت ہے جو انسان کی سیاسی' سماجی اور
اقتصادی زندگی کیلئے ایک مکمل ضابطہ پیش کرتا ہے اس ضابطے
کے تحت انسان کی شخصی تعمیر اور زندگی کے معاملات میں ایک
نکھار پیدا کرتا ہے نماز انسان کے مخلصانہ جذبات اور اللہ تعالیٰ
سے دوستی کے خیالات کی ایک عملی تصویر ہے وہاں اس کے

ظاہر اور باطن کی سچائیوں کا مظہر بھی ہے ارشاد خداوندی ہے
یعنی نماز کی ہدایت انسان کو برائیوں اور بدکاریوں سے محفوظ
رکھتی ہے نماز ایک عمل ہے جس کی روشنی میں انسان باآسانی
معلوم کرسکتا ہے کہ میرے ظاہر و باطن اور معاملات زندگی میں
تضاد یا جھوٹ' نفاق اور فریب کاری کا دخل تو نہیں ہے
یوں یہ نماز ذاتی محاسبہ کرکے انسانی کمزوریوں کے بہت
سے گوشے واضح کردیتی ہے جس سے انسانی شعور اپنے زبانی
دعوے اور عمل کی حد فاصل قائم کر سکتا ہے اور ان چوبیس
گھنٹوں میں پانچ وقت کے محاسبہ سے بہت سی خرابیاں از خد
ختم ہو جاتی ہیں۔

اپنا محاسبہ

خدا تعالیٰ کا حکم ہے اپنے محاسبہ میں دیر نہ کرو آخرت
سے پہلے اپنا محاسبہ کر لو۔ جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ

وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پرہیزگار بندوں کے
حساب سے شرماتا ہے یعنی وہ بندے جنھوں نے دین و دنیا میں
پرہیزگاری اختیار کی۔ ورنہ آخرت میں ذلیل و خوار ہو گے۔

جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے
جب بندہ نیک عمل کرتا ہے تو اس کے قلب پر ایک سفید نقطہ
پڑجاتا ہے ایک نیک عمل سے دوسرے نیک عمل تک اگر وہ
مسلسل نیک عمل کرتا جائے تو اس کا سارا قلب منور ہو جاتا
ہے اس کے برعکس برے اعمال سے قلب پر سیاہ نقطے پڑ جاتے
ہیں یہاں تک کہ پورا قلب سیاہ ہوجاتا ہے قلب منور ہو
جائے تو انسان کی سوچ بھی منور ہوجاتی ہے - حضور اکرم صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کی فراست سے ڈرو وہ اللہ
تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔ سوچ روشن ہو تو راہ ہدایت
سمجھنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ قلب سیاہ ہو تو سوچ بھی تاریک
ہو جاتی ہے۔

برے اعمال قلب کو سیاہ کرتے ہیں اور قلب سیاہ ہو تو ذہنیت مسخ ہو جاتی ہے۔ ایسا شخص اچھائی کو برائی اور برائی کو اچھائی سمجھنے لگتا ہے۔اس کی آنکھوں پر پردے پڑ جاتے ہیں۔ واقعات سے صحیح نتائج اخذ کرنے کی صلاحیت کھو بیٹھتا ہے اور صحیح بات سننے اور سمجھنے کی استعداد سے محروم ہو جاتا ہے۔

یہ دنیا دارالعمل ہے اور عمل اگرچہ بدن کے ذریعے سر انجام پاتا ہے مگر اسکا ریموٹ کنٹرول قلب کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ قلب چمکدار ہو تو وہ بدن کو صحیح چلاتا ہے قلب سیاہ اور اندھا ہو تو آدمی گمراہی کے اندھیروں میں بھٹکتا پھرتا ہے اپنی شخصیت بگاڑ سکتا ہے اور منزل سے دور ہو جاتا ہے۔

خدا تعالیٰ کا حکم ہے جو کچھ میں کہتا ہوں اس کی حقیقت تجھ پر قیامت کے روز واضح ہو جائے گی آج تو دنیا کی محبت میں اندھا اور بہرہ ہے۔ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جس چیز کی محبت تجھے اندھا اور بہرہ بنا دیتی ہے اسکو

دل سے نکال دے نفلی روزوں سے اپنے نفس کو ضبط کا خوگر بنا ظاہر و باطن اللہ تعالیٰ کے سپرد کردے یعنی اپنی مرضی اللہ تعالیٰ کی مرضی میں گم کر دے۔ دنیا عمل کا گھر ہے آخرت اجرت اور عطا و بخشش کا گھر دنیا میں آرام پائے گا۔ بلکہ باعزت' باعظمت' باکرامت رہے گا۔

ضابطہ حیات

خداوند عالم اس قوم کی تقدیر بدل دیتا ہے جو قومیں اپنا مقدر بدلنے کے لئے برسرپیکار ہوں اگر آج ہم نے اپنی قوت کو ایک مرکز پر اکٹھا نہیں کیا اتحاد اخوت و بھائی چارے اور امن و سلامتی کے پرچم کو بلند نہیں کیا تو تاریخ ہمارے اس جرم کو کبھی معاف نہیں کرے گی اس جرم کی سزا ناگہانی موت اور مصائب ہیں۔ مسلم مذہب کے زیر سایہ ایک دن کی زندگی کفریت میں عمر بھر جینے سے کہیں بہتر ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم تعصبات کو بھلا کر

اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں اور ایک جان ہو کر اسلام کی سربلندی کیلئے کام کریں اپنے ایمان کی گرمی سے دشمن کے سنگلاخ ارادے پگھلا دیں جذبہ قوت ایمانی کی منہ زور ہواؤں سے برگ آوارہ کر دیں اسی میں ہماری نجات و سربلندی ہے۔

علامہ اقبال نے کشمکش حیات کو ایک مصرع میں مفصل طور پر پیش کر کے فکری ثبوت پیش کر دیا ہے۔ کہ کمزوری و سستی کی سزا ناگہانی موت ہے افراد کی اجتماعی زندگی ہو یا انفرادی سستی اور کمزوری کی صورت میں شکست و ریخت شروع ہو کر ذلت تباہی کا باعث بنتی ہے۔ زندگی اور وہ بھی مسلمان کی زندگی جو اعلیٰ مقصد کی حامل ہے مسلمانوں کا ہر عمل ایک ضابطہ حیات کے تابع ہے اس کا ہر عمل بیٹھنا حتیٰ کہ ہر کام کرنا رضائے الہٰی کا مرہون منت ہوتا ہے۔ مسلمانوں کے عزائم چٹانوں سے کہیں زیادہ مضبوط ہوتے ہیں وہ اپنے قوی ارادوں کے ساتھ بڑھتا ہے تو ہر برت اس بحر بے کراں کو راہ ہموار دیتا ہے وہ اڑتا ہے تو فضائے بسیط

سے نغمے بکھرتے ہیں وہ گرتا ہے تو اسکی پیشانی کو چومنے کے لئے
پھول اگ آتے ہیں اسکی منزل غازیت یا شہادت ہوتی ہے۔

تاجدار عرب فخر عجم حبیب کبریا حضرت محمد صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا۔ جس نے اللہ تعالیٰ پر پختہ ایمان اور اس کے
وعدوں کو سچا سمجھتے ہوئے جہاد کے لئے گھوڑا پالا روز قیامت اس
گھوڑے کی گھاس پھوس پانی اور حتیٰ کہ ہر چیز قیامت کے روز
اس شخص کے ترازو اعمال میں ہو گی۔ سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا۔ جس شخص کو اللہ کی راہ میں زخم آیا وہ قیامت
کے روز اسی زخم کی حالت میں آئے گا کہ اس کے زخم سے خون
بہتا ہو گا رنگ خون ہی کا ہو گا مگر خوشبو مشک عنبر کی ہو گی۔ قوت
ایمانی نے کافروں کے غلیظ ارادوں کو مسخ کردیا۔ کافر کہیں بدر کے
میدان سے بھاگا کہیں خندق میں سرنگوں ہوا اور کہیں احد کے
میدان میں شکست فاش ان کی مقدر بنی کبھی فتح مکہ کا منظر دیکھ کر
متحیر ہو اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے گھٹنے ٹیک دیئے جھپٹ کر پلٹنے اور پھر

پلٹ کر جھپٹنے کیلیے جب بھی مسلمان تیار رہا سربلند رہا۔ اس راز کو سمجھنا ہو تو حضرت خالد بن ولید کے سرکش ارادوں سے پوچھو۔ اصلاح الدین ایوبی کی تلوار سے پوچھو۔ طارق بن زیاد کے عزم مجولہ سے پوچھو۔ محمود غزنوی کے جذبہ استقلال سے پوچھو جس نے حتمی نصرت کیلئے سومنات پر سترہ حملے کئے کشتیاں جلا کر طارق بن زیاد نے اپنی تقدیر کا فیصلہ کیا۔ فتح یا شکست فتح کو شکست پر اور شکست کو موت پر ترجیح دی۔ مزید سمجھنا ہو تو محمد بن قاسم کی کم سنی سے پوچھو جس نے اپنے قوی ارادوں سے دیبل کی فتح کو یقینی بنایا۔

ہماری پوری تاریخ بہادری اور جوانمردی سے بھری پڑی ہے مسلمان مجاہد اور شہری کی زندگی کا راز مسرت و نشاط میں نہیں گرمی جذبات میں ہے۔ موسیقی کی تانوں میں نہیں ذکر الٰہی میں ہے عریانی و فحاشی میں نہیں عاجز و انکساری میں ہے جب تک مسلمان زندگی کے اصل مقصد پر کار بند رہا آسمان گواہ ہے کہ جہاں ہے

تیرے لئے توں نہیں جہاں کیلئے کی عملی تصویر ثابت ہوا۔ لیکن جب سے مسلمان کا مادہ پرست ہوا خواہشوں کا غلام راہ ہدایت سے اتر کر راہ فرار پر اترا اسلام کے زریں اصولوں سے دور ہٹا اور رویہ زوال ہوا

وہ معزز تھے زمانے میں مسلمان ہو کر
ہم ہوئے خوار تارک قرآں ہو کر

اتحاد کا اسلامی تصور

اسلام وہ دین ہے جسکی بنیاد رنگ و نسل پر نہیں بلکہ فکر و اعتماد پر ہے جس انسان نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور خاتمین صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو دل سے مان لیا اور اس کا اقرار و اظہار کر دیا وہ عربی رہا نہ عجمی شرقی رہا نہ غربی اب تو صرف خدا کا بندہ اور مسلمان اور حضور اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کا تابع فرمان ہو گیا اب کوئی کسی قبیلے سے ہو کسی سرزمین سے ہو کسی رنگ و نسل سے ہو وہ سب اسلام و ایمان کے رشتے سے ایک دوسرے کے بھائی ہو گئے۔ اسلام ہی نے فاروق اعظم اور بلال حبشی کو ایک صف میں لا کھڑا کیا اور لسانی و نسلی اختلافات کے باوجود دونوں اسلام کے رشتے سے ایسے بھائی بھائی ہوئے کہ نسبتی قرابت رکھنے والوں نے بھی اخوت اور محبت کا ایسا منظر کبھی نہ دیکھا ہو گا۔

دراصل یہ اللہ تعالیٰ کا کرم تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعجاز تھا اور قرآن کریم کی برکت تھی کہ رنگ و نسل کے اختلافات نیز آپس کی دیرینہ عداوت دشمنی اور ہزاروں سال تک باہمی خون ریزی کے باوجود دلکو ایک دوسرے سے اس طرح ملا دیا جیسے کبھی دشمنی تھی ہی نہیں اب کوئی قبیلہ کسی کا دشمن نہیں تھا قبیلہ تو قبیلہ ملکوں کا بھی فرق نہیں رہا اسلام نے سب کو موتیوں کی طرح ایک لڑی میں پرو دیا۔

قرآن حکیم اس نعمت پر اہل ایمان کو یوں متوجہ کرتا ہے۔ اور اللہ کے اس احسان کو یاد رکھو جو اس نے تم پر کیا تم ایک دوسرے کے دشمن تھے اس نے تمہارے دل جوڑ دیئے اور اس کے فضل و کرم سے تم بھائی بھائی ہو گئے۔ آل عمران۔ مطلب یہ ہوا کہ ابھی کچھ عرصہ تک تم ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے یہ اللہ نہیں تو اور کیا ہے کہ اس پر یقین اور ایمان کی بدولت اس کے رسولؐ کی اطاعت کے طفیل آج تم ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہو گئے وہ خون آشام تلواریں جو ہزاروں سال سے برہنہ تھیں صرف ایک کلمے لا الہ الا اللہ محمدٌ رسول اللہ اور ایک عقیدے کی بنا پر نیام میں چلی گئیں اور کوئی کسی کا دشمن نہیں رہا۔ قرآن حکیم کے اس خطاب کا واضح مفہوم یہ ہے کہ جنگ اور خون ریزی کا یہ کبھی نہ ختم ہونے والا سلسلہ تمہیں صفحہ سے مٹا کر رکھ دیتا نہ کوئی فاتح ہوتا نہ کوئی مفتوح غالب ہوتا نہ کوئی

مغلوب اس قتل باہمی سے سب فنا ہو جاتے۔ تمہاری قوتیں جو باہمی خون ریزی میں ضائع ہو رہی تھیں اتحاد و اخلاق کی برکت سے باطل کو مٹانے کی مشترکہ جدوجہد میں صرف ہونے لگی۔

مسلمان کو خوب سمجھ لینا چاہیے کہ اتحاد اور اتفاق اس وقت تک برقرار رہے گا کہ جب تک اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کا رشتہ مضبوط ہو گا یہی وہ جامع حکم ہے جو رنگ و نسل اور اختلاف کے باوجود دنیا کے اس سرے سے لیکر اس سرے تک سب مسلمانوں کو متحد کر دیتا ہے۔ آج مسلمانوں میں جو باہمی اختلافات پیدا ہو رہے ہیں ان کا سب سے بڑا سبب اس رشتہ کی کمزوری ہے جس کا ذکر قرآن نے حبل اللّٰہ یعنی اللہ کی رسی ہے کا کیا ہے آج ملکی و غیر ملکی سطح پر مسلمان مختلف قسم کی عصبیتوں کا شکار ہو کر اتحاد اور اتفاق کھو بیٹھے ہیں ان میں گروہ بندیاں جنم لے چکی ہیں اور

قرآن حکیم نے اس کے جس سنگین نتیجے کی طرف اشارہ کیا تھا وہ اپنی ساری ہولناکیوں کے ساتھ رونما ہو چکا ہے ہم نے اپنے طرز عمل یعنی باہمی نفاق' عصبیت اور فتنہ فساد سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہم اب متحد اور ناقابل شکست نہیں رہے ہمارے دلوں میں اللہ اور اس کے رسولؐ کا جذبہ سرد پڑھ گیا ہے خون مسلم کی حرمت کا ہمیں احساس نہیں ہم اخلاق حسنہ کی اس خوبی سے بھی محروم ہو چکے ہیں جو بنیادی طور پر مسلمان میں ہونی چاہئیں یعنی اس کے ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے اپنے آپ کو غیر محفوظ تصور کرنے لگے تو اخوت کا رشتہ کہاں باقی رہا؟

قرآن حکیم آج بھی دعوت دے رہا ہے کہ سب ملکر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلو اور تفرقے میں نہ پڑو' اللہ سبحانہ ہمیں صراط مستقیم دکھائیں اور باہمی محبت و احترام اور اتفاق کی دولت ایک بار پھر عطا فرمائیں۔

اقرار

لا الہ الا اللہ کی حقیقت:۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی اور سب سے زیادہ اہم تعلیم یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی "الہ" نہیں ہے) اس کو ماننے والوں کے لئے دنیا سے لیکر آخرت تک ترقی و کامیابی اور سرفرازی ہے اور نہ ماننے والوں کیلئے نامرادی، ذلت اور پستی۔

اتنا بڑا فرق جو انسان اور انسان کے درمیان واقع ہوتا ہے یہ محض ل، آ، ہ سے بنے ایک چھوٹے سے جملے کو زبان سے ادا کر دینے کا نتیجہ نہیں ہے زبان سے اگر تم دس لاکھ مرتبہ کنین کنین پکارتے رہو اور کنین کھاؤ گے نہیں تمہارا بخار نہ اترے گا۔ اسی طرح اگر زبان سے تم نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا مگر یہ نہ سمجھے کہ اسکے معنی کیا ہیں تو یہ الفاظ کہہ کر تم نے کتنی بڑی چیز کا اقرار کیا ہے اور اس اقرار سے

تم پر کتنی بڑی ذمہ داری عائد ہو گئی ہے دراصل فرق تو اسی وقت واضح ہو گا جب لا الہ الا اللہ کے معنی تمہارے دل میں اتر جائیں تو اس کلمے کا اثر تمہیں خدا اور ان کے رسولؐ کے قانون کی پابندی پر مجبور کریگا۔

لا الہ الا اللہ کے معنی: سب سے پہلے یہ سمجھو کہ "الہ" کسے کہتے ہیں عربی زبان میں الہ کے معنی "معبود" کے ہیں یعنی ایسی ہستی جو اپنی شان اور جلال اور برتری کے لحاظ سے اس قابل ہو کہ اس کی پرستش کی جائے اور بندگی و عبادت میں اسکے آگے سر جھکادیا جائے "الہ" اسکو بھی کہتے ہیں جسکی طاقتیں اس قدر وسیع ہوں کہ انسان ان کو سمجھنے میں حیران رہ جائے "الہ" کے مفہوم میں یہ بات بھی داخل ہے کہ وہ بڑی قوتوں کا مالک ہو۔ دنیا کی سب چیزیں اس کی محتاج اور اس سے مدد مانگنے کے لئے مجبور ہوں لفظ اللہ دراصل خدائے وحدہ لا شریک کا اسم ذات ہے لا الہ الا اللہ کا لفظی ترجمہ یہ ہو گا کہ

کوئی الا نہیں ہے سوائے اس کا جس خاص ذات کے جس کا
نام اللہ ہے مطلب یہ کہ اسکے سوائے کوئی اس لائق نہیں کہ
عبادت اور بندگی اس کے آگے سر جھکایا جائے وہ ہی ایک ذات
تمام طاقتوں کی مالک ہے سب اسی سے مدد مانگنے پر مجبور ہیں۔
انسان دراصل بندہ ہی پیدا ہوا ہے وہ فطرۃً محتاج کمزور' فقیر
ہے بہت چیزیں ہیں جو اس کو نقصان پہنچاتی ہیں اس کی عمر بھر
کی محنتوں کو آن کی آن میں برباد کر دیتی ہیں اس کی آرزوؤں
کو خاک میں ملا دیتی ہیں اس کو بیماری اور ہلاکت میں مبتلا کر
دیتی ہیں وہ انکو دفع کرنا چاہتا ہے کبھی وہ دفع ہو جاتی ہیں اور
کبھی نہیں ہوتی اس سے وہ جان لیتا ہے کہ ان کا آنا دفع ہونا
یا نہ ہونا اس کے اختیار سے باہر ہے۔

خدائی کے اس کامل اور صحیح تصور کو نظر میں رکھو تو
ساری کائنات پر نظر ڈالو جتنی چیزیں تم دیکھتے ہو ان میں ایک
بھی ان صفات سے متصف نہیں ہے عالم کی ساری موجودات

محتاج ہیں محکوم ہیں۔ بنتی اور بگڑتی ہیں مرتی اور جیتی ہیں کسی کو ایک پر قیام نہیں کسی کو اپنے اختیار سے کچھ کرنے کی قدرت نہیں کسی کو ایک بالا تر قانون کے خلاف بال برابر حرکت کرنے کا اختیار نہیں کسی کو خدائی میں ذرہ برابر دخل نہیں یہی معنیٰ ہیں لا الہ کے۔

یہ سب سے بڑا علم ہے تم جس قدر تحقیق اور جستجو کرو گے تم کو معلوم ہو گا کہ یہی علم کا پہلا سرا بھی ہے اور یہی علم کی آخری حد بھی طبقیات کیمیا' ہیئت' ارضیات' حیاتیات' جانیات اور انسانیات غرض کائنات کی حقیقتوں کا کھوج لگانے والے جتنے علوم ہیں ان میں کوئی علم لے لو اس کی تحقیق میں جس قدر تم آگے بڑھتے جاؤ گے لا الہ الا اللہ کی صداقت تم پر کھلتی جائے گی تم کو علمی تحقیقات کے میدان میں ہر ہر قدم پر محسوس ہو گا کہ اس پہلی اور سب سے بڑی سچائی سے انکار کرنے کے بعد کائنات کی ہر چیز بے معنی ہو

جاتی ہے

اس کلمہ پر ایمان لانے والا کبھی تنگ نظر نہیں ہو سکتا وہ ایک ایسے خدا کا قائل ہوتا ہے جو زمین اور آسمان کا خالق۔ مشرق اور مغرب کا مالک اور تمام جہانوں کا پالنے والا اس ایمان کے بعد ساری کائنات میں کوئی چیز بھی اس کو غیر نظر نہیں آتی وہ سب کو اپنی ذات کی طرح مالک کی رعیت سمجھتا ہے اس کی ہمدردی اور محبت کسی دائرے کی پابند نہیں رہتی یہ بات کسی ایسے شخص کو حاصل نہیں ہو سکتی جو بہت سے چھوٹے چھوٹے خداؤں کا قائل ہو یہ کلمہ انسان میں انتہا درجہ کی خوداری اور عزت نفس پیدا کر دیتا ہے اس پر اعتقاد رکھنے والا جانتا ہے کہ صرف ایک خدا تمام طاقتوں کا مالک ہے اس کے سوا کوئی نفع اور نقصان پہنچانے والا نہیں۔ کوئی رزق دینے والا نہیں کوئی صاحب اختیار اور با اثر نہیں یہ علم اور یقین اس کو خدا کے سوا تمام قوتوں سے بے نیاز بے خوف کر دیتا ہے اس

کی گردن کسی مخلوق کے آگے نہیں جھکتی اس کا ہاتھ کسی کے آگے نہیں پھیلتا اور اس کے دل میں کسی کا دبدبہ نہیں بیٹھتا یہ صفت سوائے عقیدہ توحید کے اور کسی عقیدے سے پیدا نہیں ہوتی خوداری کے ساتھ یہ کلمہ انسان میں انکساری بھی پیدا کرتا ہے اس کا قائل کبھی مغرور اور متکبر نہیں ہو سکتا اپنی قوت اور دولت اور قابلیت کا گھمنڈ اس کے دل میں سما ہی نہیں سکتا کیونکہ وہ جانتا ہے اس کے پاس جو کچھ ہے خدا ہی کا دیا ہوا ہے اور خدا جس طرح دینے پر قادر ہے اسی طرح لینے پر بھی قادر ہے۔

اس کلمہ کا قائل کسی حال میں مایوس اور دل شکستہ نہیں ہوتا وہ ایک ایسے خدا پر ایمان رکھتا ہے جو زمین و آسمان کے سارے خزانوں کا مالک ہے جس کا فضل و کرم بے حد اور بے حساب ہے یہ ایمان اس کے دل کو غیر معمولی تسکین بخشتا ہے اس کو اطمینان سے بھر دیتا ہے چاہے وہ دنیا کے تمام دروازوں

سے ٹھکرا دیا جائے سارے اسباب کا رشتہ ٹوٹ جائے وسائل
و ذرائع ایک ایک کر کے اس کا ساتھ چھوڑ دیں پھر بھی ایک
خدا کا سہارا کسی حال میں اس کا ساتھ نہیں چھوڑتا اور اس
کے بل بوتے پر وہ نئی امیدوں کے ساتھ کوشش کئے جاتا ہے
یہ اطمینان قلب عقیدہ توحید کے سوا اور کسی عقیدہ سے حاصل
نہیں ہو سکتا اس حکم کے سوا اعتقاد انسان میں صبر و توکل کی
زبردست طاقت پیدا کر دیتا ہے وہ جب خدا کی خوشنودی کے
لئے دنیا میں بڑے کام انجام دینے کے لئے اٹھتا ہے تو اس کے
دل میں یقین ہوتا ہے کہ میری پشت پر زمین و آسمان کے
بادشاہ کی قوت ہے یہ خیال اس میں پہاڑ کی سی مضبوطی پیدا کر
دیتا ہے اور دنیا کی ساری مشکلات اور مصیبتیں اور مخالف
طاقتیں مل کر بھی اس کو اپنے عزم سے نہیں مٹا سکتیں لا الہ
الا اللہ کہنے والے کے نزدیک کسی کی جان لینے کی قدرت کسی
انسان یا حیوان یا توپ یا تلوار یا لکڑی یا پتھر میں نہیں ہے اس

کا اختیار صرف خدا کو ہے اس نے موت کا وقت مقرر کردیا ہے اس سے پہلے دنیا کی تمام قوتیں ملکر بھی چاہئیں تو کسی کی جان نہیں لے سکتیں یہیں وجہ ہے کہ اللہ پر ایمان رکھنے والے سے زیادہ بہادر دنیا میں کوئی نہیں ہو سکتا اس کے مقابلہ میں تلواروں کی باڑ اور گولیوں کی بوچھاڑ اور فوجوں کی یورش سب ناکام ہو جاتی ہیں۔

الا الہ الا اللہ کا اعتقاد انسان میں قناعت اور بے نیازی کی شان پیدا کر دیتا ہے حرص و ہوس اور رشک و حسد کے جذبات دل سے نکال دیتا ہے کامیابی حاصل کرنے کے ناجائز اور ذلیل طریقے اختیار کرنے کا خیال تک اس کے دماغ میں نہیں آنے دیتا وہ سمجھتا ہے کہ رزق اللہ کے ہاتھ میں ہے جس کو کم دے اور جس کو چاہئے زیادہ دے۔ عزت و ذلت طاقت اور ناموری اور حکومت سب کچھ خدا کے اختیار سے ہے وہ اپنی مصلحتوں کے لحاظ سے جس کو جس قدر چاہتا ہے عطا کر دیتا

ہے سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ کا اعتقاد انسان کو
خدا کے قانون کا پابند بنا کر دیتا ہے۔ اس کلمہ پر ایمان رکھنے
والا یقین رکھتا ہے کہ خدا ہر چھپی اور کھلی چیز سے باخبر ہے
ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اگر ہم رات کے
اندھیرے میں اور تنہائی کے گوشے میں بھی کوئی گناہ کریں تو
خدا کو علم ہوتا ہے اگر ہمارے دل کی گہرائی میں کوئی برا آرادہ
پیدا ہو تو خدا کو اسکی بھی خبر ہوتی ہے ہم سب سے چھپا سکتے
ہیں سب سے بھاگ سکتے ہیں مگر خدا کی سلطنت سے نہیں نکل
سکتے سب سے بچ سکتے ہیں مگر خدا کی پکڑ سے بچنا غیر ممکن
ہے یہ یقین جتنا زیادہ مضبوط ہو گا اتنا ہی زیادہ انسان اپنے خدا
کے حکام کا مطیع ہو گا جس چیز کو خدا نے حرام کیا ہے وہ اس
کے پاس بھی نہ بھٹکے گا اور جس چیز کا اس نے حکم دیا ہے وہ
اس کو تنہائی اور تاریکی میں بھی بجا لائیگا کیونکہ اس کے ساتھ
ایک ایسی پولیس لگتی ہوئی ہے جو کسی حال میں اس کا پیچھا

نہیں چھوڑتی اور اس کو ایک عدالت کا کھٹکا لگا ہوا ہے جس
کے وارنٹ سے وہ کہیں بھگ ہی نہیں سکتا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم میں ایمان باللہ سب سے
اہم اور بنیادی چیز ہے یہ اسلام کا مرکز ہے اس کی قوت کا منبع
ہے اس کے سوا اسلام کے جتنے اعتقاد اور احکام اور قوانین
ہیں سب اسی ایک بنیاد پر قائم ہیں اور ان سب کو اسی مرکز
سے قوت ملتی ہے اس کو ہٹا دینے سے اسلام کوئی چیز نہیں
رہتا۔

ایمان اور اطاعت

سب سے پہلے تو انسان کو خدا کی ہستی پر پورا یقین ہونا
چاہئے کیونکہ اگر اسے یقین ہی نہ ہو کہ خدا ہے تو وہ اس کی
اطاعت کیسے کرے۔ اس کے ساتھ خدا کی صفات کا علم بھی
ضروری ہے جس شخص کو یہ نہ معلوم ہو کہ خدا ایک ہے اور

اس کا کوئی شریک نہیں وہ دوسرے کے سامنے سر جھکانے اور ہاتھ پھیلانے سے کیونکر بچ سکتا ہے؟ جس شخص کو اس بات کا یقین نہ ہو کہ خدا سب کچھ دیکھنے اور والا سننے والا ہے اور ہر چیز کی خبر رکھتا ہے وہ خدا کی نافرمانی سے کیسے رک سکتا ہے؟

اس بات پر تم غور کرو گے تو تم کو معلوم ہو گا کہ خیالات اور اخلاق اور افعال میں اسلام کے سیدھے رستے پر چلنے کے لئے انسان میں جن صفات کا ہونا ضروری ہے وہ صفات اس وقت تک پیدا ہی نہیں ہو سکتی کہ جب تک اس کو خدا کی صفات کا ٹھیک ٹھیک علم نہ ہو اور یہ علم بھی محض جان لینے ہی کی حد تک نہ رہے بلکہ اس کو یقین کے ساتھ دل میں بیٹھ جانا چاہیئے تاکہ انسان کا دل اس کے خلاف خیالات سے اور اسکی زندگی اس علم کے خلاف عمل کرنے سے محفوظ رہے۔

اس کے بعد انسان کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ خدا کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنے کا صحیح طریقہ کیاہے کس بات

کو خدا پسند کرتا ہے تاکہ اسے اختیار کیا جائے اور کس بات کو خدا نہ پسند کرتا ہے تاکہ اس سے پرہیز کیا جائے اس غرض کے لیے ضروری ہے کہ انسان کو خدائی قانون اور خدائی ضابطہ سے پوری واقفیت ہو اس کے متعلق وہ پورا یقین رکھتا ہو کہ یہی خدائی قانون اور ضابطہ ہے اسی کی پیروی سے خدا کی خوشنودی حاصل ہو سکتی ہے۔ پھر انسان کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ خدا کی مرضی کے خلاف چلنے اور ان کے پسند کئے ہوئے ضابطہ کی اطاعت نہ کرنے کا انجام کیا ہے اور اس کی فرمانبرداری کرنے کاانعام کیا ہے اس غرض کے لئے ضروری ہے کہ آخرت کی زندگی اور خدا کی عدالت میں پیش ہونے اور وہاں اطاعت کا انعام اور نافرمانی کی سزا پانے کا پورا علم اور یقین ہو جو شخص آخرت کی زندگی سے ناواقف ہے وہ تو اطاعت اور نافرمانی دونوں کو بے نتیجہ سمجھتا ہے اس کا خیال تو یہ ہے کہ آخر میں اطاعت کرنے والا اور نہ کرنے والا دونوں

برابر ہی رہینگے کیونکہ دونوں خاک ہو جائینگے پھر اس سے کیونکر امید کی جاسکتی ہے کہ وہ اطاعت کی پابندیاں اور تکلیفیں برداشت کرنا قبول کریگا اور ان گناہوں سے پرہیز کریگا جس سے اس دنیا میں کوئی نقصان پہنچنے کا اس کو اندیشہ نہیں ہے۔ ایسے عقیدے کے ساتھ انسان خدائی قانون کا مطیع نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح وہ شخص بھی اطاعت میں ثابت قدم نہیں ہوسکتا جسے آخرت کی زندگی اور خدا کی عدالت میں پیشی کا علم تو ہے مگر یقین نہیں اس لئے شک اور تردد کے ساتھ انسان کسی بات پر جم نہیں سکتا تم ایک کام کو دل لگا کر اسی وقت کر سکو گے جب تم کو یقین ہوگا کہ یہ کام فاعدہ بخش ہے اور دوسرے کام میں پرہیز کرنے میں بھی اسی وقت مستقل رہ سکتے ہو جب تمہیں پورا یقین ہو کہ یہ کام نقصان دہ ہے لہذا معلوم ہو کہ ایک طریقہ کی پیروی کے لیے اس کے انجام اور نتیجہ کا علم ہونا بھی ضروری ہے اور یہ علم ایسا ہونا چاہیئے جو یقین کی حد

تک پہنچا ہوا ہو۔

اوپر کے بیان میں جس چیز کو ہم نے علم اور یقین سے تعبیر کیا ہے اسی کا نام ایمان ہے ایمان کی اس تعریف سے تم خود یہ سمجھ سکتے ہو کہ ایمان کے بغیر کوئی انسان مسلمان نہیں ہو سکتا اسلام اور ایمان کا تعلق وہی ہے جو درخت کا تعلق بیج سے ہوتا ہے بیج کے بغیر تو درخت پیدا ہی نہیں ہوتا البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ بیج زمین میں بویا جائے مگر زمین خراب ہونے کی وجہ سے یا آب و ہوا اچھی نہ ملنے کی وجہ سے درخت ناقص نکلے بالکل اسی طرح اگر کوئی شخص مسلمان تو ہے مگر ایمان کے مطلق علم نہیں تو وہ مسلمان برائے مسلمان ہے۔

ایمان کے لحاظ سے انسانوں کے چار درجے ہیں:۔

1- وہ جو ایمان رکھتے ہیں اور انکا ایمان انہیں خدا کے حکام کا پورا مطیع بنا دیتا ہے اور جس بات کو خدا پسند کرتا ہے اس سے اس طرح بچتے ہیں جیسے کوئی آگ کو ہاتھ لگانے سے بچتا

ہے وہ اس کو ایسے شوق سے کرتے ہیں جیسے کوئی شخص دولت کمانے کے لئے شوق سے کام کرتا ہے۔ یہ مکمل مسلمان ہیں۔

2- وہ جو ایمان تو رکھتے ہیں مگر ان کا ایمان اتنا طاقت ور نہیں ہے کہ انہیں پوری طرح خدا کا فرمانبردار بنادے۔ یہ اگرچہ کم درجے کے لوگ ہیں لیکن برحال مسلمان ہیں یہ اگر نافرمانی کرتے ہیں تو اپنے جرم کے لحاظ سے سزا کے مستحق ہیں۔ مگر ان کی حیثیت مجرم کی ہے باغی کی نہیں

3- وہ جو ایمان نہیں رکھتے مگر بظاہر ایسے عمل کرتے ہیں جو خدائی قانون کے مطابق نظر آتے ہیں۔ یہ دراصل باغی ہیں انکا ظاہری عمل حقیقت میں خدا کی اطاعت اور فرمانبرداری نہیں ہے۔ ایسے لوگوں کا کچھ اعتبار نہیں۔ ان کی مثال ایسے شخص کی ہے جو بادشاہ کو بادشاہ نہیں مانتا اور اس کے قانون کو قانون ہی نہیں تسلیم کرتا۔ ایسا شخص بظاہر قانون کے مطابق کام کررہا ہو تو تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ بادشاہ کا وفادار اور اس کے

قانون کا پیروکار ہے۔ اس کا شمار تو ہر حال باغیوں ہی میں ہو گا۔

4- وہ جو ایمان بھی نہیں رکھتے اور عمل کے لحاظ سے بھی شریر اور بدکار ہیں یہ سب سے بدتر درجے کے لوگ ہیں۔

پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ کائنات میں ہر طرف خدا کی کاریگری کے آثار پھیلے ہوئے ہیں جو اس پر گواہی دے رہے ہیں کہ اس کارخانے کو ایک ہی کاریگر نے بنایا ہے اور وہ ہی اس کو چلا رہا ہے۔ ان آثار میں اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کے جلوے نظر آتے ہیں۔ اس کی حکمت، اس کا علم، اس کا رحم، اس کی پروردگاری، اس کا قہر، غرض کون سی صفت ہے جس کی شان اس کے کاموں سے نمایاں نہیں ہے مگر انسان کی عقل اور علمی قابلیت نے ان چیزوں کو دیکھنے اور سمجھنے میں اکثر غلطی کی ہے اگر انسان صحیح عقل رکھتا ہو اور اس کی علمی قابلیت نہایت اعلیٰ درجہ کی ہو تب بھی

سالہاسال کے تجربے اور غور وخوض کے بعد وہ کسی حد تک ان
باتوں کے متعلق صحیح رائے قائم کر سکے گا اور پھر بھی اس کو
کامل یقین نہ ہو گا کہ اس نے پورا پورا حق معلوم کر لیا ہے
اگرچہ عقل اور علم کا پورا امتحان تو اس طرح ہو سکتا تھا کہ
انسان کو بغیر کسی ہدایت کے چھوڑ دیا جاتا پھر جو لوگ اپنی
کوشش اور قابلیت سے حق اور صداقت تک پہنچ جاتے وہ ہی
کامیاب ہوتے اور جو نہ پہنچتے وہ ناکام رہتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ
نے اپنے بندوں کو ایسے سخت امتحان میں نہیں ڈالا اس نے
اپنی مہربانی سے خود انسانوں ہی میں ایسے انسان پیدا کیے جن کو
اپنی اصل صفات کا علم دیا اور وہ طریقہ بھی بتایا جسے انسان دنیا
میں خدا کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کر سکتا ہے۔ آخرت کی
زندگی کے متعلق بھی صحیح واقفیت بخشی اور ان کو ہدایت کی
کہ دوسرے انسانوں کو یہ علم پہنچادیں۔ اگر وہ صحیح عقل اور
صحیح فطرت رکھتا ہے تو سچی بات اور سچے انسان کی تعلیم کو مان

لیگا اور امتحان میں کامیاب ہو جائیگا اور اگر اس نے نہ مانا تو
انکار کے معنیٰ یہ ہی ہونگے کہ اس میں حق اور صداقت کو
سمجھنے اور قبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہے یہ انکار اس کو
امتحان میں ناکام کر دیگا اور وہ خدا اور رسولؐ اور قانون آخرت
کی زندگی کے متعلق کبھی کوئی حاصل نہ کر سکے گا۔

غیب پر ایمان

جب تم کسی چیز کا علم نہیں رکھتے ہو تو تم علم رکھنے
والے کو تلاش کرتے ہو اور اس کی ہدایت پر عمل کرتے ہو۔
تم بیمار ہو جاتے ہو تو خود اپنا علاج نہیں کر لیتے بلکہ ڈاکٹر کے
پاس جاتے ہو ڈاکٹر کا سند یافتہ ہونا اس کا تجربہ کار ہونا اس کے
ہاتھ سے بہت سے مریضوں کا شفایاب ہونا یہ ایسی باتیں ہیں
جن کی وجہ سے تم ایمان لے آتے ہو کہ تمہارے علاج کے
لیے جس لیاقت کی ضرورت ہے وہ اس ڈاکٹر میں موجود ہیں

اسی ایمان کی بنا پر وہ جس دوا کو جس طریقہ سے استعمال کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔ اس کو تم استعمال کرتے ہو اور جس چیز سے پرہیز کا حکم دیتا ہے اس سے پرہیز کرتے ہو۔ اسی طرح قانون کے معاملات میں تم وکیل پر ایمان لاتے ہو اس کی اطاعت کرتے ہو تعلیم کے معاملہ میں استاذ پر ایمان لاتے ہو اور جو کچھ وہ تمہیں بتاتا ہے اس کو مانتے چلے جاتے ہو تمہیں کہیں جانا ہو اور راستہ معلوم نہ ہو تو واقف کار پر ایمان لاتے ہو جو راستہ وہ تمہیں بتاتا ہے اسی پر چلتے ہو غرض دنیا کے ہر معاملہ میں تمہیں واقفیت اور علم حاصل کرنے کے لیے کسی جاننے والے پر ایمان لانا پڑتا ہے اس کی اطاعت کرنے پر مجبور ہوتے ہو۔ اسی کا نام ایمان بالغیب ہے۔ بالغیب کے معنی یہ ہیں کہ جو کچھ تمہیں کو معلوم نہیں ہے اس کا علم تم جاننے والے سے حاصل کرو اور اس پر یقین کرو۔ خداوند تعالیٰ کی ذات اور صفات سے تم واقف نہیں ہو تم کو یہ بھی نہیں

معلوم کہ اس کے فرشتے اسکے حکم کے ماتحت تمام عالم کا کام کر رہے ہیں اور تم کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ تم کو یہ بھی خبر نہیں کہ خدا کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنے کا طریقہ کیا ہے تم کو آخرت کی زندگی کا بھی صحیح حال معلوم نہیں ان سب باتوں کا علم تمہیں ایک ایسے انسان سے حاصل ہوتا ہے جس کی صداقت ، راست بازی' خدا ترسی' نہایت پاک زندگی اور نہایت حکیمانہ باتوں کو دیکھ کر تم تسلیم کرلیتے ہو کہ وہ جو کچھ کہتا ہے سچ کہتا ہے اس کی سب باتیں یقین لانے کے۔ قابل ہیں۔ پس اسی کو ایمان اور اطاعت کہتے ہیں جو ہر مسلمان میں ہونا بہت ضروری ہیں۔

کفر

کفر صرف ظلم ہی نہیں بغاوت اور ناشکری اور نمک حرامی بھی ہے ذرا غور کرو کہ انسان کے پاس خود اپنی کیا چیز

ہے اپنے دماغ کو خود اس نے پیدا کیا یا خدا نے؟ اپنا دل اور اپنی آنکھیں۔ زبان اور ہاتھ پاؤں اور اپنے تمام عضاء کا وہ خود خالق ہے یا خدا؟ اس کے گردوپیش جتنی چیزیں ہیں ان کو پیدا کرنے والا خود انسان ہے یا خدا؟ ان سب چیزوں کو انسان کے لیے مفید اور کارآمد بنانا اور انسان کو ان کے استعمال کی قوت دینا خود انسان کا اپنا کام ہے یا خدا کا؟ تم کہو گے کہ یہ سب چیزیں خدا کی ہیں خدا ہی نے ان کو پیدا کیا ہے خدا ہی ان کا مالک اور خدا ہی کی بخشش سے وہ انسان کو حاصل ہوئی ہیں۔ جب اصل حقیقت یہ ہے تو اس سے بڑا باغی کون ہو گا جو خدا کے دیئے ہوئے دماغ سے خدا ہی کے خلاف سوچے۔ خدا کے دیئے ہوئے دل میں خدا ہی کے خلاف رکھے' خدا نے جو آنکھیں جو زبان 'جو ہاتھ پاؤں اور جو دوسری چیزیں اس کو عطا کی ہیں ان کو خدا ہی کی ناپسند اور اس کی مرضی کے خلاف استعمال کرے؟

اگر کوئی ملازم اپنے آقا کا نمک کھا کر اس سے بے وفائی کرتا ہے تو تم اس کو نمک حرام کہتے ہو اگر کوئی سرکاری افسر اپنے بادشاہ کے دیئے ہوئے اختیارات کو خود بادشاہ ہی کے خلاف استعمال کرتا ہے تو تم اس کو باغی کہتے ہو اگر کوئی شخص اپنے محسن سے دغا کرتا ہے تو تم اس کو احسان فراموش کہتے ہو لیکن انسان کے مقابلہ میں انسان کرے۔ نمک حرامی' غداری' اور احسان فراموشی کی حقیقت کیا ہے اب بتاؤ کہ جو خدا انسان کا اصلی محسن ہے حقیقی بادشاہ ہے سب سے بڑا پروردگار ہے اگر اسی کے ساتھ انسان کفر کرے اس کو خدا نہ مانے اس کی بندگی سے انکار کرے اور اس کی اطاعت سے منہ موڑے تو یہ کیسی سخت بغاوت' احسان فراموشی اور نمک حرامی ہے انسان کفر اور نافرمانی سے لازمی ہمیشہ کیلئے ناکام و نامراد ہو جائیگا۔ اس کے اخلاق خراب ہونگے اس کا تمدن خراب ہو گا اس کی معاشرت خراب ہو گی اس کی معیشت

خراب ہو گی اس کی حکومت اور سیاست خراب ہو گی وہ دنیا
میں فساد اور برائی پھیلائے گا گشت خون کریگا ظلم ستم کریگا خود
اپنی زندگی کو اپنے برے خیالات اور بداعمالی سے اپنے لئے تلخ
کرے گا پھر جب اس دنیا سے گزر کر آخرت کے عالم میں پہنچے
گا تو وہ سب چیزیں جس پر تمام عمر وہ ظلم کرتا رہا تھا اس کے
خلاف ہو جائیں گی اس کا دماغ اس کا دل اس کی آنکھیں اس
کے کان ہاتھ اور پاؤں غرض اس کا رو نگٹا رو نگٹا خدا کی
عدالت میں اس پر استغاثہ کریگا کہ اس ظالم نے تیرے خلاف
بغاوت کی اور اس بغاوت میں ہم سے زبردستی کام لیا اس کے
مقابلے میں فریادی بنکر آئینگے اور خدا جو حقیقی منصف ہے اس
باغی کو سخت ذلت کی سزا دیگا۔ (یہ ہیں کفر کے نقصانات)۔

امتحان

خدا نے انسان کو علم کی قابلیت سوچنے اور سمجھنے کی

قوت نیک و بد کی تمیز دے کر ارادے اور اختیار میں تھوڑی
سی آزادی بخش دی ہے اس آزادی میں دراصل انسان کا
امتحان ہے کہ اسے جو آزادی عطا کی گئی ہے اس کو کس طرح
استعمال کرتا ہے اس امتحان میں کوئی ایک طریقہ اختیار کرنے پر
انسان مجبور نہیں کیا گیا کیونکہ مجبور کرنے سے امتحان کا مقصد
ہی فوت ہو جاتا ہے امتحان میں سوالات کا پرچہ دینے کے بعد
اگر تم کو ایک خاص جواب دینے پر مجبور کر دیا جائے تو ایسے
امتحان سے کوئی فائدہ نہ ہو گا تمہاری اصل قابلیت تو اسی وقت
کھلے گی جب تم کو ہر قسم کا جواب دینے کا اختیار ہو اگر تم نے
صحیح جواب دیا تو کامیاب ہو گئے اور آئندہ ترقیوں کا دروازہ
تمہارے لیئے کھل جائے گا اور غلط جواب دیا تو ناکام ہو گے
اور ناقابلیت سے خود ہی اپنی ترقی کا راستہ روک لو گے۔ بالکل
اس طرح اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے امتحان میں انسان کو آزاد رکھا
ہے اب ایک شخص تو وہ ہے جو خدا کو اپنی اور کائنات کی

فطرت نہیں سمجھتا اپنے خالق کی ذات و صفات کو پہنچاننے میں غلطی کرتا ہے اور اختیار کی جو آزادی اس کو دی گئی ہے اس سے فائدہ اٹھا کر نافرمانی اور سرکشی کا طریقہ اختیار کرتا ہے کائنات کی فطرت نہیں سمجھتا اپنے خالق کی ذات و صفات کو پہچاننے میں غلطی کرتا ہے اور اختیار کی جو آزادی اس کو دی گی ہے اس سے فائدہ اٹھا کر نافرمانی اور سرکشی کا طریقہ اختیار کرتا ہے یہ شخص علم اور عقل اور تمیز اور فرض شناسی کے امتحان میں ناکام ہو گیا اس نے خود ہی ثابت کردیا کہ وہ ہر حیثیت سے ادنیٰ درجہ کا انسان ہے۔ لہذا اس کا وہ ہی انجام ہوگا جو پہلے پڑھ چکے ہو۔

اس کے مقابلے میں ایک دوسرا شخص ہے جو اس امتحان میں کامیاب ہو گیا اس نے علم اور عقل سے صحیح کام لے کر خدا کو جانا اور مانا حالانکہ وہ ایسا کرنے پر مجبور نہیں کیا گیا تھا اس نے نیک و بد کی تمیز میں بھی غلطی نہ کی اور اپنے آزاد

انتخاب سے نیکی ہی کو پسند کیا حالانکہ وہ بدی کی طرف بھی
مائل ہونے کا اختیار رکھتا ہے اس نے اپنی فطرت کو سمجھا اپنے
خدا کے حق کو پہچانا اور نافرمانی کا اختیار رکھنے کے باوجود خدا
کی فرمانبرداری ہی اختیار کی اس شخص کو امتحان میں اسی وجہ
سے تو کامیابی نصیب ہوئی کہ اس کی عقل سلیم ہے اس میں
صحیح علم حاصل کرنے اور صحیح نتیجہ پر پہنچنے کی صلاحیت ہے وہ
حق کو حق جانتا ہے اور وہ محض حق ہونے کی وجہ سے اس کو
قبول کرتا ہے اور وہ اپنے اصلی مالک کا فرض شناس فرمانبردار
بندہ ہے ظاہر ہے کہ جس شخص میں یہ صفات موجود ہوں اس
کو دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی ہے۔ وہ علم و عمل کے
میدان میں صحیح راستہ اختیار کرے گا اس لئے کہ جو شخص
ذات خداوندی سے واقف ہے اور اس کی صفات کو پہنچاتا ہے
وہ دراصل علم کی ابتدا کو بھی جانتا ہے اور اس کی انتہا کو بھی
جانتا ہے۔ ایسا شخص کبھی غلط راستوں پر بھٹک نہیں سکتا کیونکہ

اس کا پہلا قدم بھی صحیح پڑا ہے اور جس آخری منزل پر اس کو جانا ہے اس کو بھی وہ یقین کے ساتھ جانتا ہے اب وہ فلسفیانہ غور و خوض سے کائنات کے اسرار سمجھنے کی کوشش کرے گا مگر ایک کافر فلسفی کی طرح کبھی شکوک اور شبہات کی بھول بھلیکوں میں گم نہ ہو گا وہ سائنس کے ذریعے سے قدرت کے قوانین کو معلوم کرنے کی کوشش کرے گا کائنات کے چھپے ہوئے خزانوں کو نکالے گا خدا نے جو قوتیں انسان کے وجود میں پیدا کی ہیں ان سب سے کام لینے کے بہتر سے بہتر طریقے دریافت کریگا مگر خدا شناسی اس کو ہر موقع پر سائنس کا غلط استعمال کرنے سے روکے گی وہ کبھی اس غلط فہمی میں نہ پڑے گا کہ میں ان سب چیزوں کا مالک ہوں یا میں نے فطرت پر فتح پائی ہے وہ انسانوں کے لیے سائنس سے مدد لے گا دنیا کو زیر و زبر کر دیگا کمزوروں، بے کسوں کی مدد بھی کرے گا اور کشت و خون کو روکے گا دراصل مسلمان سائنٹسٹ جتنا

زیادہ سائنس پر عبور حاصل کرے گا اتنا ہی زیادہ وہ خدا پر اس
کا یقین بڑھے گا اور اتنا ہی وہ زیادہ خدا کا شکر گزار بندہ بنے گا
یہی اسکا صحیح شکریہ ہے۔

اسی طرح تاریخ، معاشیات، سیاسیات، قانون اور دوسرے
علوم میں بھی ایک مسلم اپنی تحقیق اور جدوجہد کے لحاظ سے
ایک کافر کے مقابلہ میں کم نہ رہے گا اور صحیح نتیجہ پر پہنچے گا۔
انسان کے گذشتہ تجربوں سے ٹھیک سبق لیگا اور ان کی
ترقی و تنزل کے صحیح اسباب معلوم کرے گا۔ معاشیات میں وہ
دولت کمانے اور خرچ کرنے کے ایسے طریقے معلوم کرے گا
جس سے تمام انسانوں کا بھلا ہو گا نہ کہ ایک کا فائدہ ہو اور
بہتوں کا نقصان ہو سیاسیات میں اس کی تمام توجہ اس طرف
ہوگی کہ دنیا میں امن و عدل اور انصاف اور نیکی کی حکومت ہو
اور اس کی تمام طاقتوں کو خدا کی امانت سمجھا جائے اور بندگان
خدا کی بہتری کے لیے استعمال کیا جائے۔ قانون میں اس نظر

سے غور کریگا کہ عدل و انصاف کے ساتھ لوگوں کے حقوق
مقررہ کیے جائیں اور کسی صورت کسی پر ظلم نہ ہو مسلم کے
اخلاق میں خداترسی حق شناسی اور راستبازی ہو گی وہ دنیا میں
یہ سمجھ کر رہے گا کہ ہر چیز کا مالک خدا تعالیٰ ہے میرے پاس
اور سب انسانوں کے پاس جو کچھ ہے خداتعالیٰ کا ہی دیا ہوا ہے
میں کسی چیز کا حتیٰ کہ خود اپنے جسم کا بھی مالک نہیں ہوں
سب کچھ خدا تعالیٰ ہی کی امانت ہے اور اس امانت میں تصرف
کرنے کا جو اختیار مجھ کو دیا گیا ہے اس کو خداتعالیٰ ہی کی
مرضی کے مطابق مجھے استعمال کرنا چاہیئے ایک دن خدا مجھ سے
یہ امانت واپس لے گا اور اس وقت مجھ کو ایک ایک چیز کا
حساب دینا ہو گا اگر یہ سمجھ کر جو انسان دنیا میں رہے گا اس
کے اخلاق اور اطاعت کا اندازہ کرو کیونکہ وہ اپنے دل کو برے
خیالات سے پاک رکھے گا وہ اپنے دماغ کو برائی کی فکر سے
بچائے گا وہ اپنی انکھوں کو بری نگاہ سے روکے گا وہ اپنے کانوں

دیکھنے والا ہو یا نہ ہو مگر خدا تو سب کچھ دیکھ رہا ہے کون ہے جو ایسے انسان پر بھروسہ نہ کرے گا۔

ایک مسلمان کی سیرت کو اگر اچھی طرح سمجھ لو تو تم کو یقین آجائے گا کہ مسلمان کبھی دنیا میں ذلیل اور مغلوب اور محکوم بن کر نہیں رہ سکتا وہ ہمیشہ غالب اور حاکم ہی ہوگا اسی طرح دنیا میں عزت اور بزرگی کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے بعد جب وہ اپنے خدا کے سامنے حاضر ہوگا تو اس پر خدا اپنی نعمتوں اور رحمتوں کی بارش کریگا کیونکہ جو امانت اس کے سپرد کی گئی تھی اس کا پورا پورا حق اس نے ادا کر دیا۔ اور جس امتحان میں خدا نے اس کو ڈالا تھا اس میں وہ پورے نمبروں سے پاس ہوا یہ ابدی کامیابی جو دنیا سے لے کر آخرت تک مسلسل چلی جاتی ہے اور کہیں اس کا سلسلہ ختم نہیں ہوتا۔ یہ اسلام ہے انسان کا فطری مذہب یہ کسی قوم اور ملک کے ساتھ منسلک نہیں۔

ایسی ہی زندگی گزارنے کے لیے مختلف زمانوں میں
خداتعالیٰ نے پیغمبر بھیجے جن کی ہدایات قوموں اور اس زمانے
تک محدود ہیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے
دنیا کو اسلام کی مکمل تعلیم دی جا چکی ہے اب نہ اس میں کچھ
گھٹانے بڑھانے کی ضرورت ہے اور نہ کوئی ایسا نقش باقی رہ گیا
ہے جس کی تکمیل کے لیئے کسی نبی کے آنے کی ضرورت ہو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی خاص قوم کے لیے نہیں
بلکہ تمام دنیا کے لیے نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں اور تمام انسانوں
کے لیے آپ کی تعلیم کافی ہے آپ زندہ ہیں کیونکہ تعلیم و
ہدایت زندہ ہے جو قرآن آپ نے دیا تھا وہ اپنے اصل الفاظ
کے ساتھ موجود ہے اس میں صرف ایک نقطہ ایک زبر و زیر کا
بھی فرق نہیں آیا ان کی زندگی کے حالات ان کے اقوال ان
افعال سب کے سب محفوظ ہیں اور چودہ سو برس سے زیادہ
مدت گزر جانے کے بعد بھی تاریخ میں ان کا نقشہ ایسا صاف

نظر آتا ہے کہ گویا ہم خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ
رہے ہیں لہذا اب کسی دوسرے کی ضرورت نہیں۔ اسی بنا پر
قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو **خاتم النبیین**
کہا گیا ہے یعنی سلسلہ نبوت کو ختم کر دینے والا اب ایسے
لوگوں کی ضرورت ہے جو آپ کے طریقے پر خود چلیں اور
دوسروں کو چلائیں آپ کی تعلیم کو سمجھیں اس پر عمل کریں
اور دنیا میں اس قانون کی حکومت قائم کر دیں جس کیلئے کر
آپ تشریف لائے۔

آخرت پر ایمان

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کو آخرت پر
ایمان لانے کی ہدایت فرمائی ہے اور آخرت پر جن چیزوں پر
ایمان لانے کو کہا گیا ہے وہ یہ ہیں۔ ایک دن اللہ تعالٰی عالم اور

اس کی مخلوقات کو مٹا دیگا اس دن کا نام قیامت ہے پھر وہ سب کو ایک دوسری زندگی بخشے گا اور سب اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے۔ اس کو حشر کہتے ہیں۔ تمام لوگوں نے اپنی دنیوی زندگی میں جو کچھ کیا ہے اس کا پورا نام اعمال ہے جو خدا تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ہر اچھے اور ہر برے اعمال کا وزن کرے گا جس کی بھلائی خداتعالیٰ کی میزان میں برائی سے زیادہ وزنی ہو گی اس کو بخش دے گا اور جس کی برائی کا پلہ بھلائی سے زیادہ بھاری ہوگا اس کو سزا دے گا۔ آخرت کا یہ عقیدہ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا ہے اس طرح پچھلے تمام انبیاء بھی پیش کرتے آئے ہیں اور ہر زمانے میں اس پر ایمان لانا مسلمان ہونے کے لیے لازمی شرط رہا ہے۔ کیونکہ اس عقیدے کے بغیر خدا اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو ماننا بالکل بے معنی ہو جاتا ہے۔ اگر تم غور کرو تو یہ بات آسانی کے ساتھ تمہاری سمجھ

میں آسکتی ہے تم کو جب کبھی کسی کام کے لیے کہا جائے تو
سب سے پہلے سوال جو تمہارے دل میں پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہی
ہے اس کے کرنے کا فائدہ کیا ہے اور نہ کرنیکا نقصان کیا ہے۔
یہ سوال کیوں پیدا ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کی
فطرت ہر ایسے کام کو لغو اور فضول سمجھتی ہے جس کا کوئی
حاصل نہ ہو تم کسی ایسے فعل پر کبھی آمادہ نہ ہوں گے جس
کے متعلق تم کو یقین ہو کہ اس سے کچھ فائدہ حاصل نہیں۔
اسی طرح تم کسی ایسی چیز سے پرہیز کرنا بھی قبول نہ کرو گے،
جس کے متعلق تم کو یقین ہو کہ اس سے کوئی نقصان نہیں
یہی حال شک کا بھی ہے جس کام کا فائدہ مشکوک ہو اس میں
تمہارا جی ہرگز نہ لگے گا۔ بچوں کو دیکھو وہ آگ میں کیوں ہاتھ
ڈال دیتے ہیں؟ اس لئے کہ ان کو یقین نہیں ہوتا کہ آگ جلا
دینے والی چیز ہے اور وہ پڑھنے سے کیوں بھاگتے ہیں؟ اس وجہ
سے کہ پڑھنے کا جو جو کچھ فائدہ ہے ان کے بڑے انہیں

سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں وہ ان کے دل کو نہیں لگتے جو شخص آخرت کو نہیں مانتا وہ خداتعالیٰ کے ماننے اور اس کی مرضی کے مطابق چلنے کو بے نتیجہ سمجھتا ہے اس کے نزدیک نہ تو خداتعالیٰ کی فرمانبرداری کا کوئی فائدہ ہے اور نہ اس کی نافرمانی کا کوئی نقصان۔

لیکن یہ معاملہ یہیں تک نہیں رہتا تم ذرا غور کرو گے تو معلوم ہو گا کہ آخرت کا انکار یا اقرار انسان کی زندگی میں فیصلہ کن اثر رکھتا ہے۔ جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا کہ انسان کی فطرت ہی ایسی ہے وہ ہر کام کے کرنے کا فیصلہ اس کے فائدے یا نقصان کے لحاظ سے کرتا ہے اب ایک شخص تو وہ ہے جس کی نظر صرف اسی دنیا کے فائدے اور نقصان پر ہے وہ کسی ایسے نیک کام کو کرنے پر آمادہ نہ ہو گا جس سے کوئی فائدہ اس دنیا میں ہونے کی امید نہ ہو اور کسی ایسے برے کام سے پرہیز نہ کریگا جس سے اس دنیا میں کوئی نقصان پہنچنے کا

خطرہ نہ ہو ایک دوسرا شخص جس کی نظر افعال کے آخری نتائج
پر ہے وہ دنیا کے فائدہ اور نقصان کو محض عارضی چیز سمجھے گا
اور آخرت کے دائمی فائدے یا نقصان کا لحاظ کر کے نیکی کو
اختیار کریگا اور بدی کو چھوڑ دے گا خواہ اس دنیا میں نیکی سے
کتنا ہی بڑا نقصان ہوتا اور بدی سے کتنا ہی بڑا فائدہ ہوتا ہو۔
ذرا غور فرمائیں دونوں میں کتنا بڑا فرق ہے۔ ایک کے نزدیک
نیکی وہ ہے جس کا کوئی اچھا نتیجہ اس دنیا کی ذرا سی زندگی میں
حاصل ہو جائے مثلاً" روپیہ' زمین' کوئی عہدہ' کوئی خطاب مل
جائے' نیک نامی اور شہرت ہو جائے کچھ خواہشات کی تسکین
ہو۔ اس کے نزدیک بدی وہ ہے جس سے کوئی نتیجہ اس زندگی
میں ظاہر ہو یا ظاہر ہونے کا خوف ہو جیسے جان و مال کا نقصان
اس کے مقابلے میں دوسرے شخص کے نزدیک نیکی وہ ہے جس
سے خداتعالیٰ خوش ہو اور بدی وہ ہے جس سے خداتعالیٰ
ناراض ہو۔ نیکی اگر اس کو دنیا میں فائدہ نہ پہنچائے بلکہ الٹا

نقصان ہی نقصان دے تب بھی وہ اس کو نیکی ہی سمجھتا ہے اور
یقین رکھتا ہے کہ آخر کار خدا ہمیشہ باقی رہنے والا فائدہ عطا
کرے گا اور بدی سے خواہ یہاں کسی قسم کا نقصان نہ پہنچے نہ
نقصان کا خوف ہو بلکہ سراسر فائدہ ہی فائدہ نظر آئے پھر بھی
اس کو بدی ہی سمجھتا ہے

یہ دو مختلف خیالات ہیں جن کے اثر سے انسان دو
مختلف طریقے اختیار کرتا ہے۔ دراصل سچا مسلمان ہمیشہ سچ بولتا
ہے اور جھوٹ سے پرہیز کرتا ہے چاہے سچائی کتنا ہی نقصان
اور جھوٹ میں کتنا ہی فائدہ ہو

عقیدہ آخرت کی ضرورت اور اس کی **منفعت** تم کو
معلوم ہو گی ہے اب ہم مختصر طور پر تمہیں یہ بتاتے ہیں کہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عقیدہ آخرت کے متعلق بیان
فرمایا ہے۔ عقل کی رو سے بھی وہی صحیح معلوم ہوتا ہے اگرچہ
اس عقیدے پر ہمارا ایمان صرف رسولِ خدا کے اعتماد پر ہے

اور عقل پر اس کا مدار نہیں ہے۔ اس عقیدے کے مطابق ایک دن قیامت آئے گی اور خداتعالیٰ اس اپنے کارخانے کو توڑ پھوڑ کر کے نئے سرے سے ایک دوسرا اعلیٰ درجہ کا پائدار کارخانہ بنائیگا یہ ایسی بات ہے جس کے صحیح ہوئے میں کسی شک کی گنجائش نہیں دنیا کے اس کارخانے پر جتنا زیادہ غور کیا جاتا ہے اتنا ہی زیادہ اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ یہ دنیا دائمی نہیں ہے۔ تمام سائنسدان اس بات پر متفق ہو چکے ہیں کہ ایک دن سورج ٹھنڈا اور بے نور ہو جائے گا سیارے ایک دوسرے سے ٹکرائیں گے اور تمام دنیا تباہ ہو جائے گی۔

حشر کے دن خدا عدالت کرے گا اور حق کے ساتھ ہمارے اچھے اور برے اعمال کی جزا و سزا دیگا اس کو کون ناممکن کہہ سکتا ہے اس میں کون سی بات خلاف عقل ہے عقل تو خود یہ چاہتی کہ کبھی خدا کی عدالت ہو اور ٹھیک ٹھیک حق کے ساتھ فیصلے کئے جائیں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص نیکی

کرتا ہے اور اس کا کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا ایک شخص بدی
کرتا ہے اور اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا یہی نہیں بلکہ ہم
ہزاروں مثالیں ایسی دیکھتے ہیں کہ ایک شخص نے نیکی کی اور
اس کو الٹا نقصان ہوا دوسرے شخص نے بدی کی اور خوب
مزے کرتا رہا اس قسم کے واقعات کو دیکھ کر عقل مطالبہ کرتی
ہے کہ کہیں نہ کہیں نیک آدمی کو نیکی کا پھل اور شریر آدمی
کو شرارت کا پھل ضرور ملے گا۔ ان باتوں پر جب غور کرو
گے تو تمہاری عقل خود ہی کہہ دے گی کہ انسان کے انجام
کے متعلق جتنے عقیدے دنیا میں پائے جاتے ہیں ان میں سب
سے زیادہ دل کو لگتا ہوا اسلام ہے جس میں حشر اور قیامت کا
بیان ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسے سچے نبیؐ نے بیان
کی ہے اور اس میں سراسر ہماری بھلائی ہی بھلائی ہے تو
عقلمندی یہ ہے کہ اس پر یقین کیا جائے نہ کہ خواہ مخواہ شک
کیا جائے۔ اس عقیدے جس پر اسلام کی بنیاد قائم ہے ان

عقیدوں کا خلاصہ صرف ایک کلمے میں آ جاتا ہے لاالہ الا

اللہ محمد رسول اللہ جب تم لا الہ الا اللہ کہتے ہو

تو تمام باطل معبودوں کو چھوڑ کر صرف ایک خدا کی بندگی کا

اقرار کرتے ہو اور جب محمد رسول اللہ کہتے ہو تو باطل معبودوں

کو چھوڑ کر صرف ایک خدا کی بندگی کا اقرار کرتے ہو اور جب

محمد رسول اللہ کہتے ہو تو اس بات کی تصدیق کرتے ہو کہ

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول ہیں رسالت کی

تصدیق کے ساتھ خودبخود یہ بات تم پر لازم ہو جاتی ہے کہ خدا

کی ذات و صفات اور ملائکہ اور کتب آسمانی اور انبیاء اور

آخرت کے متعلق جو کچھ اور جیسا کچھ آپ نے تعلیم فرمایا ہے

اس پر ایمان لاؤ اور خدا تعالیٰ کی عبادت اور فرمانبرداری کا جو

طریقہ آپ نے بتایا اس کی پیروی کرو۔

عبادات

عبادت اسلام کی بنیاد ہے۔ آؤ اب ہم تمہیں بتائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو خداتعالیٰ کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنے کا کیا طریقہ سکھایا ہے کس چیز پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے اور کن چیزوں سے منع فرمایا ہے اس سلسلے میں پہلی چیز نماز ہے جو تم پر فرض کی گئی ہے۔

عبادت کے معنی دراصل بندگی کے ہیں۔ تم عبد ہو اللہ تمہارا معبود ہے عبد اپنے معبود کی اطاعت میں کچھ کرے گا وہ عبادت ہے۔ تم لوگوں سے باتیں کرتے ہو ان باتوں کے دوران اور ہمیشہ اگر سچائی و پاکیزگی کی باتیں کیں اس لئے خدا تعالیٰ ان کو پسند کرتا ہے تو تمہاری یہ سب باتیں عبادت ہونگی اگر تم نے جھوٹ سے غیبت سے فحش گوئی سے اس لیے پرہیز کیا کہ خدا تعالیٰ نے ان چیزوں سے منع کیا ہے اور ہمیشہ سچائی اور پاکیزگی کی باتیں کہیں اس لیے کہ خداتعالیٰ ان کو پسند کرتا ہے تو تمہاری یہ سب باتیں عبادت ہوں گی خواہ سب دنیا کے

معاملات ہی میں کیوں نہ ہوں تم لوگوں سے لین دین کرتے ہو
بازار میں خرید و فروخت کرتے ہو اپنے گھر ماں باپ بہن بھاؤں
کے ساتھ رہتے ہو اور دوستوں اور عزیزوں سے ملتے جلتے ہو
اگر اپنی زندگی کے ان سارے معاملات میں تم نے خدا تعالیٰ
کے احکام کو اور اس کے قوانین کو ملحوظ رکھا ہر ایک کے حقوق
ادا کیے یہ سمجھ کر کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور کسی کی حق
تلفی نہ کی یہ سمجھ کر خدا تعالیٰ نے سے اس سے روکا ہے تو
گویا تمہاری یہ ساری زندگی خدا کی عبادت ہی میں گزری تم
نے کسی غریب کی مدد کی کسی بھوکے کو کھانا کھلایا کسی بیمار کی
خدمت کی اور ان سب کاموں میں ذاتی فائدے عزت یا
ناموری کو نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی خوشنودی کو پیش نظر رکھا تو
یہ سب کچھ اللہ کی عبادت میں شمار ہو گا تم نے ملازمت کی
اور اس میں خدا کا خوف کر کے پوری دیانتداری اور ایمانداری
سے کام کیا حلال کی روٹی کھائی اور حرام سے بچے رہے تو یہ

ملازمت بھی خدا کی عبادت میں لکھی جائے گی حالانکہ تم نے روزی کمانے کے لیے نوکری کی تھی غرض دنیا کی زندگی میں ہر وقت ہر معاملہ میں خدا سے خوف کرنا اسکی خوشنودگی کو پیش نظر رکھنا اس کے کے قانون کی پیروی کرنا ہر ایسے فائدے کو ٹھکرا دینا جو اس کی نافرمانی سے حاصل ہوتا ہو یہ خدا کی عبادت ہے اس طریقے کی زندگی سراسر عبادت ہی عبادت ہے حتیٰ کہ ایسی زندگی میں کھانا پینا چلنا پھرنا سونا جاگنا بات چیت کرنا سب کچھ داخل عبادت ہے۔

نماز

یہ وہ چیز ہے جو دن میں پانچ وقت تمہارے دین کی بنیاد کو مضبوط کرتی ہے۔ یہ ان تمام عقیدوں کو تازہ کرتی رہتی ہے جن پر تمہارے نفس کی پاکیزگی، روح کی ترقی اخلاق کی درستگی اور عمل کی اصلاح موقوف ہے۔ غور کرو، وضو میں تم اس طریقے کی کیوں پیروی کرتے ہو جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا ہے اور نماز میں وہ سب چیزیں کیوں پڑھتے ہو جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعلیم کی ہیں اس لئے ناکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت فرض سمجھتے ہو۔ قرآن کو تم قصداً کیوں نہیں غلط پڑھتے؟ اس لئے تاکہ تمہیں اس کے کلام الٰہی ہونے کا یقین ہے۔ نماز میں ہر چیز خاموشی کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں اگر تم انکو نہ پڑھو یا ان کی جگہ کچھ اور پڑھ دو تو تمہیں کس کا خوف ہے ظاہر ہے کہ تم یہ ہی سمجھتے ہو کہ خاموشی کے ساتھ جو کچھ ہم پڑھ رہے ہیں اس

لیے بھی کہ خدا سن رہا ہے اور ہماری کسی ڈھکی چھپی حرکت سے وہ بے خبر نہیں جہاں کوئی دیکھنے والا نہیں ہوتا وہاں کون سی چیز تمہیں نماز کے لیے اٹھاتی ہے؟ وہ یہی اعتقاد تو ہے کہ خدا تم کو دیکھ رہا ہے۔ نماز کے وقت ضروری سے ضروری کام چھوڑ کر کونسی چیز تمہیں نماز کی طرف لے جاتی ہے وہ یہی احساس تو ہے کہ نماز خدا تعالیٰ نے فرض کی ہے جاڑے میں صبح کے وقت اور گرمی میں دوپہر کے وقت اور روزانہ شام کی دلچسپ تفریحوں میں مغرب کے وقت کونسی چیز تم کو نماز پڑھنے پر مجبور کرتی ہے وہ فرض شناس نہیں تو اور کیا ہے پھر نماز نہ پڑھنے یا نماز میں جان بوجھ کر غلطی کرنے سے تم کیوں ڈرتے ہو اسی لئے نا کہ تم کو خدا کا خوف ہے اور تم جانتے ہو کہ ایک دن اس کی عدالت میں حاضر ہونا ہے۔ اب بتاؤ کہ نماز سے بہتر اور کونسی چیز ہے جو تم کو پورا اور سچا مسلمان بنانے والی ہو۔ مسلمان کے لیے ایسی اچھی ٹریننگ اور کیا ہو

سکتی ہے کہ وہ ہر روز کئی کئی مرتبہ خدا کی یاد اور اس کے خوف اور اس کے حاضر و ناظر ہونے کے یقین اور عدالت الٰہی میں پیش ہونے کے اعتقاد کو تازہ کرتا رہے۔

صبح سے لے کر رات تک ہر چند گھنٹوں کے بعد مسلمان کو فرض بجا لانے کی مشق کرائی جاتی رہے ایسے شخص سے یہ امید کی جا سکتی ہے کہ جب وہ نماز سے فارغ ہو کر دنیا کے کاموں میں مشغول ہوگا تو وہاں بھی وہ خدا سے ڈرے گا اور اس کے قانون کی پیری کریگا اور ہر گناہ کے موقع پر اس کو یاد آجایگا کہ خدا دیکھ رہا ہے اگر کوئی شخص اتنی اعلیٰ درجے کی ٹرینگ کے بعد بھی خدا سے بے خوف ہو اس کے احکام کی خلاف ورزی کرے تو یقیناً وہ خدا کے عذاب سے نہیں بچ سکتا۔

یہ ان بے شمار فائدوں میں سے چند فائدے ہیں جو تمہاری نماز سے خدا کو نہیں بلکہ خود تمہیں کو حاصل ہوتے ہیں۔

خدا نے تمہارے ہی اور فائدے کے لیے نماز کو فرض کیا ہے۔ نہ پڑھنے پر اس کی ناراضگی اس لئے نہیں کہ تم نے اس کا کوئی نقصان کیا بلکہ اس لئے کہ تم نے اپنا نقصان خود کیا کیسی زبردست طاقت نماز کے ذریعہ ہے جو خدا تم کو دے رہا ہے اور تم لینے سے انکار کر رہے ہو کس قدر شرم کا مقام ہے کہ تم زبان سے تو خدا کی خدائی اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اور آخرت کی باز پرس کا اقرار کرو اور تمہارا عمل یہ ہو کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے بڑا فرض جو تم پر عائد کیا ہے اس کو ادا نہ کرو تمہارا یہ فعل دو حال سے خالی نہیں ہو سکتا یا تم کو نماز کے فرض ہونے سے انکار ہے یا تم فرض مانتے ہو اور پھر ادا کرنے سے بچتے ہو اگر فرضیت سے انکار ہے تو قرآن اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں کو جھٹلاتے ہو اور ان دونوں پر ایمان لانے کا جھوٹا دعویٰ کرتے ہو اگر فرض مان کر پھر ادا نہیں کرتے تو تم

سخت نا قابل اعتبار ہو اور تم پر دنیا کے کسی معاملہ میں بھروسہ نہیں کیا جا سکتا جب تم خدا کی ڈیوٹی میں چوری کر سکتے ہو تو کوئی کیا امید کر سکتا ہے کہ انسانوں کی ڈیوٹی میں چوری نہ کرو گے۔

روزہ

روزہ کی تہ میں خدا کا خوف ہے آخرت میں زندگی اور خدا کی عدالت پر ایمان ہے قرآن و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی سخت اطاعت ہے فرض کا زبردست احساس ہے صبر اور مصائب کے مقابلہ کی مشق ہے خدا کی خوشنودی کے مقابلے میں خواہشات نفس کو روکنے اور دبانے کی طاقت ہے اس سے بے شمار دوسرے فائدے بھی ہیں۔ ساری فضاء پر ایمان اور خوف خدا اور اطاعت احکام پاکیزگی اخلاق اور حسن عمل چھا جاتا ہے۔ ساری فضا میں برائیاں دب جاتیں ہیں اور

نیکیاں ابھرتی ہیں اچھے لوگ نیک کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اور برے لوگ بدی کے کام کرتے ہوئے شرماتے ہیں امیروں میں غریبوں کی مدد کا جذبہ پیدا ہوتا ہے خدا کی راہ میں مال صرف کیا جاتا ہے سارے مسلمان ایک حال ہو جاتے ہیں اور ایک حال ہونا ان کے اندر یہ احساس پیدا کرتا ہے کہ ہم سب ایک قوم ہیں ان میں برادری ہمدردی اور باہمی اتحاد پیدا کرنے کے لیے یہ ایک کارکر نسخہ ہے۔

زکوٰۃ

خدا تعالیٰ نے زکوٰۃ کو بھی ہم پر اسی طرح فرض کیا ہے جس طرح روزہ اور نماز کو فرض کیا ہے یہ اسلام کا بہت بڑا رکن ہے اس کو رکن اس لئے قرار دیا گیا ہے کہ یہ مسلمان میں خدا کی خاطر قربانی اور ایثار کرنے کی صفت پیدا کرتا ہے زکوٰۃ کا دنیوی فائدہ یہ ہے کہ مسلمان آپس میں ایک دوسرے

کی مدد کریں کوئی مسلمان ننگا بھوکا اور ذلیل و خوار نہ ہو جو امیر

ہیں وہ غریبوں کو سنبھالیں اور جو غریب ہیں وہ بھیک مانگتے نہ

پھریں کوئی شخص اپنی دولت کو صرف اپنے عیش و آرام اور

اپنی شان و شوکت ہی پر نہ اڑا دے بلکہ یہ بھی یاد رکھے کہ

اس مال میں اس کی قوم کے یتیموں اور بیواؤں اور محتاجوں کا

بھی حق ہے۔ اس میں ان لوگوں کا بھی حق ہے جو کوئی کام

کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں مگر سرمایہ نہ ہونے کی وجہ سے

نہیں کر سکتے اس میں ان بچوں کا بھی حق ہے جو قدرت سے

دماغ اور ذہانت لائے ہیں مگر غریب ہونے کی وجہ سے تعلیم

نہیں پا سکتے اس میں ان کا بھی حق ہے جو معذور ہو گئے ہیں

کسی کام کے قابل نہیں رہے جو شخص اس حق کو نہیں مانتا وہ

ظالم ہے اس سے بڑھ کر کیا ظلم ہوگا کہ تم اپنے پاس دولت

بھر کے بیٹھے رہو کوٹھیوں میں عیش کرو موٹروں میں چڑھے

چڑھے پھرو اور تمہاری قوم کے ہزاروں انسان روٹیوں کے

محتاج ہوں ہزاروں بچے تعلیم سے محروم رہیں اور ہزاروں کام کے آدمی بیکار مارے مارے پھریں اسلام میں ایسی دولت حرام کی گئی ہے۔

حج

حج عمر میں صرف ایک مرتبہ کرنا فرض ہے وہ بھی صرف ان کے لئے جو مکہ معظمہ تک جانے آنے کا خرچ برداشت کر سکتے ہوں۔ خدا تعالیٰ کا حکم ہے جب تم ہمارے گھر کی طرف آؤ تو اپنے دل کو پاک کر کے آؤ۔ نفسانی خواہشات کو روکو خون ریزی اور بد کاری اور بد زبانی سے بچو۔ اسی اداب اور احترام اور عاجزی کیساتھ آؤ جس کے ساتھ تم کو اپنے مالک کے دربار میں حاضر ہونا چاہئے یہ سمجھوں ہم اس بادشاہ کی خدمت میں جاہ رہے ہیں جو زمین اور آسمانوں کا حاکم ہے جس کے مقابلہ میں سب انسان فقیر ہیں اس عاجزی کے ساتھ جب

تم آؤ گے اور خلوص دل کے ساتھ ہماری عبادت کرو گے تو
ہم تمہیں اپنی نوازشوں سے مالا مال کر دینگے ایک لحاظ سے
دیکھو تو حج سب سے بڑی عبادت ہے خدا کی محبت اگر انسان
کے دل میں نہ ہو تو وہ اپنے کاروبار چھوڑ کر اپنے عزیزوں اور
دوستوں سے جدا ہو کر اتنے لمبے سفر کی زحمت کیوں برداشت
کرے گا کیونکہ حج کا آرادہ خود ہی محبت اور اخلاص کی دلیل
ہے۔ پھر جب انسان اس سفر کے لئے نکلتا ہے تو اس کی توجہ
خدا کی طرف رہتی ہے اس سفر میں زیادہ تر اس کی توجہ خدا
کیطرف رہتی ہے اس کے دل میں شوق اور ولولہ بڑھتا چلا
جاتا ہے جوں جوں کعبہ قریب آتا جاتا ہے محبت کی آگ اور
زیادہ بھڑکتی ہے گناہوں اور نا فرمانیوں سے دل خود بخود نفرت
کرتا ہے۔ پچھلے گناہوں پر شرمندگی ہوتی ہے آئندہ کے لئے
خدا سے دعا کرتا ہے کہ فرمانبرداری کی توفیق بخشے عبادت اور
ذکر الٰہی میں مزہ آنے لگتا ہے پھر سجدے لمبے لمبے ہونے لگتے

ہیں دیر تک سر اٹھانے کو جی نہیں چاہتا قرآن پڑھتا ہے اس میں لطف ہی لطف آتا ہے روزہ رکھتا ہے تو اس کی حلاوت ہی کچھ اور ہوتی ہے پھر جب وہ حجاز کی سرزمین پر قدم رکھتا ہے تو اس کی ساری ابتدائی تاریخ اس کو آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے چپے چپے پر خدا سے محبت کرنے والوں اور اس کے نام پر جان قربان کرنے والے کے آثار دیکھائی دیتے ہیں وہاں کی ریت کا ایک ایک ذرہ اسلام کی عظمت پر گواہی دیتا ہے اور وہاں پر کنکری پکارتی ہے کہ یہ ہے وہ سر زمین جہاں اسلام پیدا ہوا اور جہاں سے خدا کا کلمہ بلند ہوا اس طرح مسلمانکا دل خدا کے عشق اور اسلام کی محبت سے سرشار ہو جاتا ہے وہاں سے ایسا گہرا اثر کرتا ہے جو مرتے دم تک اسے محو نہیں ہوتا۔

فقہ و تصوف

اسلام کے مفصل قوانین جنکو "فقہ" کے نام سے

موسوم کیا گیا ہے۔ فقہ کا تعلق انسان کے ظاہر عمل سے ہے فقہ صرف یہ دیکھتی ہے کہ تم کو جیسا اور جس طرح حکم دیا گیا تھا تم اس کو بجا لائے یا نہیں اگر بجا لائے ہو تو اس کو اس سے کچھ بحث نہیں کہ تمہارے دل کا کیا حال تھا۔ دل کے حال سے جو چیز بحث کرتی ہے اس کا نام تصوف ہے۔ مثلاً تم نماز پڑھتے ہو اس عبادت میں فقہ صرف یہ دیکھتی ہے کہ تم نے وضو ٹھیک کیا ہے قبلہ رو کھڑے ہوئے ہو نماز کے تمام ارکان ادا کئے ہیں جو چیزیں نماز میں پڑھی جاتی ہیں وہ سب ٹھیک پڑھی ہیں اور جس وقت جتنی رکعتیں مقرر کی گئی ہیں ٹھیک اتنی ہی پڑھی ہیں جب یہ سب تم نے کر دیا تو فقہ کی رو سے تمہاری نماز پوری ہوگی۔

لیکن تصوف یہ دیکھتا ہے کہ اس عبادت میں تمہارے دل کا کیا حال رہا؟ خدا کی طرف بھی متوجہ ہوئے یا نہیں؟ تمہارا دل دنیا کے خیالات سے بھی پاک ہوا یا نہیں تمہارے

اندر نماز سے خدا کا خوف اور اس کا حاضر و ناظر ہونیکا یقین
اور اس کی خوشنودی چاہنے کا جذبہ بھی پیدا ہوا یا نہیں۔ نماز
نے تمہاری روح کو کس قدر پاک کیا؟ تمہارے اخلاق کہاں
تک درست کئے؟ تم کو کس حد تک سچا اور پکا مسلمان بنا دیا؟
یہ تمام باتیں جو نماز کے اصل مقصد سے تعلق رکھتی ہیں جس
قدر زیادہ کمال کے ساتھ حاصل ہوں گی تصوف کی نظر میں
تمہاری نماز اتنی ہی زیادہ کامل ہوگی اور ان میں جتنا نقص رہے
گا اسی کے لحاظ سے تصوف تمہاری نماز کو ناقص قرار دیگا اس
طرح شریعت کے جتنے احکام ہیں ان سب میں فقہ صرف یہ
دیکھتی ہے کہ تم کو جو کلمہ جس صورت میں دیا گیا تھا اسی
صورت میں تم اسے بجا لائے یا نہیں تصوف یہ دیکھتا ہے کہ
اس حکم پر عمل کرنے میں تمہارے اندر خلوص اور نیک نیتی
اور سچی اطاعت کس قدر تھی۔؟

خدا کے احکام کا خلاصہ

اب ہم مختصرا حقوق اور قوانین بیان کریں گے احکام اور قوانین کا ایک بہت ہی سرسری خلاصہ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے تمام دنیا کے لیے اور ہمیشہ کے لیے بھیجا گیا ہے۔ خدا نے جو شریعت اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجی ہے وہ انسان کی ہر ضرورت کو پورا کرتی ہے وہ تمہاری کسی ضرورت کو ضائع کرنا نہیں چاہتی نہ کسی خواہش کو مٹانا چاہتی ہے نہ کسی جذبے کو فنا کرنا چاہتی ہے اور تم کو یہ نہیں کہتی کہ دنیا کو چھوڑ دو جنگلوں میں پہاڑوں میں جا رہو بھوکے مرو اور ننگے پھرو نفس کشی کر کے اپنے آپ کو تکلیفوں میں ڈال دو اور دنیا کی راحت و آسائش کو اپنے اوپر حرام کرلو۔ ہرگز نہیں یہ خدا کی بنائی ہوئی شریعت ہے یہ دنیا خدا نے انسان ہی کے لئے بنائی ہے وہ اپنے اس کارخانے کو مٹانا اور بے رونق کرنا کیسے پسند کریگا اس نے

انسان کے اندر کوئی قوت بیکار اور بے ضرورت نہیں رکھی وہ
تو خود سے چاہتا ہے کہ دنیا کا یہ کارخانہ پوری رونق کے ساتھ
چلے ہر قوت سے انسان پورا پورا کام لے دنیا کی ہر چیز سے
فائدہ اٹھائے مگر اس طرح کہ جہالت یا شرارت سے نہ خود
نقصان اٹھائے نہ دوسروں کو نقصان پہنچائے جتنی چیزیں انسان
کے لئے نقصان دہ ہیں ان سب کو شریعت میں حرام کردیا گیا
ہے اور جو چیزیں مفید ہیں ان کو حلال قرار دیا گیا ہے جن
کاموں سے انسان خود اپنا یا دوسروں کا نقصان کرتا ہے ان کو
شریعت ممنوع ٹھہراتی ہے اور ایسے تمام کاموں کی اجازت دیتی
ہے جو فائدہ مند ہوں اس کے تمام قوانین اس اصول پر مبنی
ہیں کہ انسان دنیا میں اپنی تمام خواہش اور ضرورتیں پوری
کرنے اور اپنے فائدہ کے لئے ہر قسم کی کوشش کرنے کا حق
ہے مگر اس حق سے اس کو اس طرح فائدہ اٹھانا چاہئے کہ
جہالت یا شرارت سے دوسروں کے حقوق تلف نہ کرے بلکہ

جہاں تک ممکن ہو دوسروں کے لئے معاون اور مدد گار ثابت ہو۔

چونکہ ہر شخص ہر زمانے میں ہر چیز اور ہر کام کے متعلق یہ نہیں جانتا کہ اس میں کیا فائدے اور کیا نقصان ہیں اس لئے خدا کے جس علم سے کائنات کا کوئی راز چھپا ہوا نہیں ہے انسان کی پوری زندگی کے لیے صحیح ضابطہ بنا دیا ہے جو لوگ خود اپنے ناقص علم اور اپنی ناقص عقل پر بھرپور بھروسہ رکھتے ہیں وہ صدیوں تک غلطیاں کرنے اور ٹھوکریں کھانے کے بعد آخر کار اسی ضابطہ کے کسی نہ کسی فائدے کو اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں مگر جن لوگوں نے خدا کے رسول پر بھروسہ کیا وہ جہالت و ناواقفیت کے نقصان سے محفوظ ہیں کیونکہ ان کو خواہ حکمتوں کا علم ہو یا نہ ہو ہر حال میں وہ محض رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے اعتماد پر ایک ایسے قانون کی پابندیاں کرتے ہیں جو خالص اور صحیح علم کے مطابق

بنایا گیا ہے

خدا کے حقوق:-

خدا کا سب سے پہلا حق یہ ہے کہ انسان صرف اسی کو خدا مانے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے یہ حق صرف کلمہ لا الہ الا اللہ پر ایمان لانے سے ادا ہوتا ہے جیسا کہ ہم پہلے تم کو بتا چکے ہیں

خدا کا دوسرا حق یہ ہے کہ جو بات اس کی طرف سے آئے اس کو سچے دل سے تسلیم کیا جائے یہ حق محمد رسول اللہ پر ایمان لانے سے ادا ہوتا ہے اور اس کی تفصیل بھی ہم نے تم کو پہلے بتا دی ہے

خدا کا تیسرا حق یہ ہے کہ اس کی فرمانبرداری کی جائے یہ حق اس قانون کی پیروی سے ادا ہوتا ہے جو خدا کی کتاب اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی سنت میں ادا ہوا

ان کی طرف بھی ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

خدا کا چوتھا حق یہ ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اسی حق کو ادا کرنے کے لئے وہ فرائض انسان پر عائد کئے گئے ہیں جن کا ذکر پچھلے باب میں کیا گیا ہے چونکہ یہ حق تمام حقوق پر مقدم ہے اس لئے اس کو ادا کرنے میں دوسرے حقوق کی قربانی کس نہ کسی حد تک ضروری ہے مثلاً نماز روزہ کے فرائض کو ادا کرنے میں انسان خود اپنے نفس اور جسم کے بہت سے حقوق قربان کرتا ہے نماز کے لیےانسان صبح اٹھتا ہے ٹھنڈے پانی سے وضو کرتا ہے جے دن اور رات میں کئی بار اپنے ضروری کام اور اپنی دلچسپ تفریحات کو چھوڑ دیتا ہے رمضان میں مہینہ بھر بھوک پیاس اور خواہشات کو روکنے کی تکلیف اٹھاتا ہے زکوۃ ادا کرنے میں اپنے مال کی محبت کو خدا کی محبت پر قربان کر دیتا ہے۔ حج میں سفر کی تکلیف اور مال کی قربانی گوارہ کرتا ہے جہاد میں خود اپنی اور مال کی قربانی کر دیتا

ہے اس طرح دوسرے لوگوں کے حقوق بھی خدا کے حق پر کم و بیش قربان کئے جاتے ہیں مثلاً" نماز میں ایک غلام اپنے مالک کا کام چھوڑ کر اپنے بڑے مالک کی طرف عبادت کو جاتا ہے۔ حج میں ایک شخص سارے کاروبار ترک کر کے مکہ معظمہ کا سفر کرتا ہے اور اس میں بہت سے لوگوں کے حقوق متاثر ہوتے ہیں جہاد میں انسان محض خدا کی خاطر جان دیتا ہے اور لیتا ہے اس طرح وہ چیزیں بھی اللہ کے راہ حق پر فدا کر دی جاتی ہیں۔ جو انسان کے قبضہ اختیار میں ہیں۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے حقوق کے لیے ایسی حدیں مقرر کر دی ہیں کہ اس کے جس حق کو ادا کرنے کے لئے دوسرے حقوق کی جتنی قربانی ضروری ہے اس سے زیادہ نہ کی جائے مثلاً نماز کو لو خدا نے جو نمازیں تم پر فرض کی ہیں ان کو ادا کرنے میں ہر طرح کی سہولتیں رکھی ہیں وضو کیلئے پانی نہ ملے یا بیمار ہو تو تیمم کر لو سفر میں نماز قصر کر لو بیمار ہو تو بیٹھ کر یا

لیٹ کر پڑھ لو۔ کاروبار کے اوقات میں لمبی نماز پڑھنے سے روک دیا گیا ہے پھر فرض نمازوں سے بڑھ کر اگر کوئی شخص نفل نمازیں پڑھنا چاہیے تو خدا اس سے خوش ہوتا ہے مگر خدا یہ نہیں چاہتا کہ تم راتوں کی نیند اور دن کا آرام اپنے اوپر حرام کر لو یا اپنی روزی کمانے کے اوقات کو نمازیں پڑھنے میں صرف کرو دو یا بندگان خدا کے حقوق تلف کر کے نمازیں پڑھنے چلے جاؤ۔

اس طرح روزے میں بھی ہر طرح کی آسانیاں رکھی گئی ہیں صرف سال میں ایک مہینہ کے روزے فرض کیے گئے ہیں وہ بھی سفر کی حالت میں اردو ہمارے میں قضا کیے جا سکتے ہیں۔ اگر روزہ دار بیمار ہو جائے اور جان کا خوف ہو تو روزہ توڑ سکتا ہے۔ فرض روزوں کے علاوہ اگر کو شخص نفلی روزے رکھے تو یہ خدا کی مزید خوشنودی کا سبب ہوگا مگر خدا اس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ تم پے در پے روزے رکھتے چلے جاؤ

اور اپنے اور اپنے آپ کو اتنا کمزور کر لو کہ دنیا کے کام کاج نہ کر سکو۔

زکوۃ کے لئے بھی خدا نے کم سے کم مقدار مقرر کی ہے وہ ان لوگوں پر فرض ہے جو بقدر نصاب مال رکھتے ہیں اس سے زیادہ اگر کوئی شخص خدا کی راہ میں صدقہ و خیرات کرے تو خدا اس سے خوش ہو گا مگر خدا یہ نہیں چاہتا کہ تم اپنے نفس اور اپنے متعلقین کے حقوق کو قربان کر کے سب کچھ صدقہ و خیرات میں دے ڈالو اور خود تنگدست ہو کر بیٹھے رہو اس میں بھی اعتدال برتنے کا حکم ہے۔

پھر حج کو دیکھو اول یہ فرض ہی ان لوگوں پر کیا گیا ہے جو ان زاد راہ رکھتے ہوں اور سفر کی صعوبتیں برداشت کرنے کے قابل ہوں پھر اس میں مزید آسانی یہ رکھی گئی ہے کہ عمر بھر میں صرف ایک مرتبہ اگر راستہ میں لڑائی ہو رہی تو حج کا ارادہ ملتوی کر سکتے ہو اس کے ساتھ والدین کی اجازت بھی

ضروری قرار دی گئی ہے تاکہ بوڑھے ماں باپ تمہاری غیر موجودگی میں تکلیف میں نہ ہو ان سب باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے حق میں بھی دوسروں کے حقوق کا کس قدر لحاظ رکھا ہے۔

اللہ کے حق پر انسانی حقوق کی سب سے بڑی قربانی جہاد میں کی جاتی ہے کیونکہ اس میں وہ اپنی جانی اور مالی قربانی بھی خدا کی راہ میں فدا کرتا ہے اور دوسروں کی جان مال کو بھی قربان کر دیتا ہے۔ مگر جیسا کہ ہم نے اوپر تمہیں بتایا ہے اسلام کا اصول یہ ہے کہ بڑے نقصان سے بچنے کے لیے چھوٹے نقصان کو گوارہ کر لو پھر دیکھو کہ چند سو یا چند ہزار یا چند لاکھ آدمیوں کے ہلاک ہو جانے کی۔ بعینیت بدرجہا زیادہ بڑا نقصان یہ ہے کہ حق کے مقابلہ میں باطل کو فروغ ہو اور مسلمان قوم دنیا میں ذلیل اور مغلوب ہو کر رہ جائے لہٰذا اس بڑے نقصان سے بچنے کے لئے اللہ نے مسلمانوں کو حکم دیا

ہے کہ جان و مال کے کمتر نقصان کو ہماری خوشنودی کے لیے گوارہ کر لو مگر اس کے ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ جتنی خونریزی ضروری ہے اس سے زیادہ نہ کرو۔ بوڑھوں بچوں' بیماروں اور عورتوں پر ہاتھ نہ اٹھاؤ صرف ان لوگوں سے لڑو جو تمہارے مقابلے میں تلوار اٹھائیں۔ دشمن کے ملک میں بلا ضرورت تباہی و بربادی نہ پھیلاؤ دشمن پر فتح پاؤ تو ان کے ساتھ انصاف کرو کسی بات پر ان سے معاہدہ ہو جائے تو اس کی پابندی کرو جب وہ دشمنی سے باز آجائیں تو لڑائی بند کر دو یہ سب باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ خدا کا حق ادا کرنے کے لئے انسانی حقوق کی جتنی قربانی ضروری ہے اس سے زیادہ کسی قربانی کو جائز نہیں رکھا گیا۔

حقوق العباد

ایک طرف شریعت نے انسان کو اپنے نفس اور جسم کی

خواہشات پوری کرنے کا حکم دیا ہے دوسری طرف یہ قید بھی لگا دی ہے کہ ان کو پورا کرنے کے لیے وہ کوئی ایسا طریقہ اختیار نہ کریں جس سے دوسرے لوگوں کے حقوق متاثر ہوں۔ خدا نے جھوٹ کو حرام کیا ہے کیونکہ اس سے صرف انسان کا اپنا ہی نفس گندہ نہیں ہوتا بلکہ دوسروں کو بھی ہر طرح کے نقصانات پہنچتے ہیں چوری اور لوٹ مار' رشوت اور خیانات' سود خواری اور جعلسازی کو بھی حرام کیا ہے کیونکہ ان ذرائع سے، جو کچھ فائدہ اٹھاتا ہے وہ دراصل دوسروں کے نقصان سے حاصل ہوتے ہیں۔ غیبت اور چغل خوری اور بہتان تراشی کو بھی حرام کیا گیا کیونکہ یہ سب افعال دوسروں کے لیے نقصان رساں ہیں جوئے اور سٹے اور لاٹری کو بھی حرام کیا ہے کیونکہ اس میں ایک شخص کا فائدہ ہزاروں آدمیوں کے نقصان پر مبنی ہوتا ہے دھوکے فریب کے لین دین اور ایسے تمام تجارتی معاملات کو بھی حرام کیا ہے کیونکہ جن سے کسی ایک

فریق کو نقصان پہنچنے کا امکان ہے قتل اور فتنہ و فساد کو بھی حرام کیا ہے کیونکہ ایک شخص کو اپنے کسی فائدہ یا اپنی کسی خواہش کی تسکین کے لیے۔ دوسروں کی جان لینے یا اس کو تکلیف پہنچانیکا حق نہیں ہے زنا اور لواطت کو بھی حرام کیا ہے کیونکہ یہ افعال ایک طرف خود اس شخص کی صحت کو خراب اور اس کے اخلاق کو گندہ کرتے ہیں جو ان کا ارتکاب کرتا ہے وہ تمام سوسائٹی میں بے حیائی و بد اخلاقی پھیلاتا ہے گندی بیماریاں پیدا ہوتی ہے' نسلیں خراب ہوتی ہیں فتنے برپا ہوتے ہیں انسانی تعلقات بگڑتے ہیں اور تہذیب و تمدن کی جڑیں کٹ جاتی ہے۔

یہ تو وہ پابندیاں ہیں جو شریعت نے اس غرض کیلیے لگائی ہیں کہ ایک شخص اپنے نفس اور جسم کے حقوق ادا کرنے کے لیے دوسروں کے حقوق تلف نہ کرے مگر انسانی تمدن کی ترقی اور بہبود کے لیے صرف اتنا ہی کافی نہیں کہ ایک شخص

دوسرے شخص کو نقصان نہ پہنچائے بلکہ اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ لوگوں کے باہمی تعلقات اس طرح قائم ہو جائیں کہ وہ سب ایک دوسرے کے مددگار ثابت ہوں اس فرض کے لیے شریعت نے جو قوانین بنائے ہیں ان کا محض ایک خلاصہ بیان کرتے ہیں۔

انسانی تعلقات کی ابتدا خاندان سے ہوتی ہے اس لئے سب سے پہلے اس پر نظر ڈالو خاندان در اصل ایک مجموعہ کو کہتے ہیں جو شوہر، بیوی؛ اور بچوں پر مشتمل ہوتا ہے اس لئے اسلامی قاعدے یہ ہیں کہ روزی کمانا اور خاندان کی ضرورتیں مہیا کرنا اور اپنے بیوی بچوں کی حفاظت کرنا مرد کا فرض ہے اور عورتوں کا فرض یہ ہے کہ مرد جو کچھ کما کر لائے اس سے وہ گھر کا انتظام کرے شوہر اور بچوں کو زیادہ آسائش بہم پہنچائیں اور بچوں کی تربیت کرتے اور بچوں کا فرض یہ ہے کہ ماں باپ کی اطاعت کریں انکا ادب ملحوظ رکھیں تو جب بڑے

ہوں تو ان کی خدمت کریں خاندان کے اس انتظام کو درست رکھنے کے لئے اسلام نے تدبیریں اختیار کی ہیں ایک یہ کہ مرد کو گھر کا حاکم مقرر کر دیا ہے کیونکہ جس طرح ایک شہر کا انتظام ایک حاکم کے بغیر نہیں چل سکتا اس طرح ایک گھر کا انتظام بھی ایک حاکم کے بغیر درست نہیں رہ سکتا جس گھر میں ہر ایک اپنی مرضی کا مختار ہوگا اس میں خوامخواہ افراتفری مچے گی ان سب خرابیوں کو دور کرنے کے لیے گھر کا ایک حاکم ہونا ضروری ہے اور وہ مرد ہی ہو سکتا ہے کیونکہ وہ گھر والوں کی پرورش اور حفاظت کا ذمہ دار ہے دوسری تدبیر یہ ہے کہ گھر سے باہر سب کاموں کا بوجھ مرد پر ڈال کر عورت کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ بلا ضرورت گھر سے باہر نہ جائے بیرون خانہ کے فرائض سے اس کو اسی لئے سبکدوش کیا گیا ہے کہ وہ سکون کے ساتھ اندرون خانہ کے فرائض انجام دے اور اس کے باہر نکلنے سے گھر کی آسائش اور بچوں کی تربیت میں خلل نہ ہو

اس کا مطلب یہ نہیں کہ عورتیں بالکل گھر سے باہر قدم نہ نکالیں ضرورت پیش آنے پر انکو جانے کی اجازت ہے مگر شریعت کا منشاء یہ ہے کہ ان کے فرائض کا اصلی دائرہ انکا گھر ہونا چاہیے اور ان کی تمام تر توجہ گھر کی زندگی کو بہتر بنانے میں صرف ہونی چاہیے۔

رشتوں کے علاوہ کنبے کے دوسرے مردوں اور عورتوں کے درمیان شادی بیاہ کو جائز کر دیا گیا تاکہ آپس کے تعلقات اور زیادہ بڑھیں جو لوگ ایک دوسرے کی عادتوں اور خصلتوں سے واقف ہوتے ہیں ان کے درمیان شادی بیاہ کا تعلق زیادہ کامیاب ہوتا ہے اجنبی گھرانوں میں جوڑ لگانے سے اکثر ناواقفیت کی صورتیں پیدا ہوتی ہیں اسی لئے اسلام میں کف والے کو غیر کف پر ترجیح دی گئی ہے۔ کنبے میں غریب اور امیر خوشحال اور بد حال سب ہی قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ اسلام کا حکم ہے کہ ہر شخص پر سب سے زیادہ حق اس کے رشتہ

داروں کا ہے اس کا نام شریعت کی زبان میں صلہ رحمی ہے جس کی بہت تاکید کی گئی ہے رشتہ داروں سے بیوفائی کرنے کو قطع رحمی کہتے ہیں اور یہ اسلام میں بہت بڑا گناہ ہے کوئی قرابت دار مفلس ہو یا اس پر کوئی مصیبت آئے تو خوشحال عزیزوں کا فرض ہے کہ اس کی مدد کریں زکوۃ اور خیرات میں بھی خاص طور پر رشتہ داروں کا حق مقرر کیا گیا ہے۔

خاندان کے بعد انسان کے تعلقات اپنے دوستوں' ہمسایوں' اہل محلّہ اہل شہر ان سب کے ساتھ راست بازی انصاف اور حسن اخلاق برتو کسی کو تکلیف نہ پہنچاؤ اور نہ کسی کی دل آزاری کرو فحش گوئی اور بد کلامی سے بچو۔ کسی پر مصیبت آئے تو اس کے ساتھ ہمدردی کرو جو غریب محتاج معذور لوگ ہوں ڈھانک چھپا کر مدد کرو یتیموں اور بیواؤں کی خبرگیری کرو بھوکوں کو کھانے کھلاؤ ننگوں کو کپڑے پہناؤ بے کاروں کو کام سے لگانے میں مدد دو اگر تم کو خدا نے دولت

دی ہے تو اس کو صرف اپنے ہی عیش میں نہ اڑاؤ۔ سونے چاند کے برتن استعمال کرنا اور ریشمی لباس پہننا روپے کو فضول تفریحات اور آسائشوں میں ضائع کرنا ایسی اسلام میں ممنوع ہے کہ جو دولت ہزاروں بندگان خدا کو رزق پہنچا سکتی ہے اس سے کوئی شخص صرف اپنے ہی اوپر خرچ کر دے یہ ایک ظلم ہے کہ جس روپے سے بہتوں کے پیٹ پل سکتے ہیں وہ محض اپنے زیور کی شکل میں تمہارے گھر میں پڑا رہے یا آتش بازی بنکر آگ میں جل جائے۔ اسلام تم سے تمہاری دولت چھیننا نہیں چاہتا جو کچھ تم نے کمایا ہے یا ورثہ میں پایا ہے اس کے مالک تم ہی ہو وہ تمہیں اس بات کا پورا حق دیتا ہے کہ اپنی دولت سے لطف اٹھاؤ وہ اس کو بھی جائز رکھتا ہے کہ جو نعمت خدا نے تم کو دی ہے اس کا اثر تمہارے لباس اور مکان اور سواری میں ظاہر ہو مگر اس کی تعلیم کا مقصد یہ ہے کہ ایک سادہ معتدل زندگی اختیار کرو اپنی ضرورتوں کو حد سے نہ

بڑھاؤ اور اپنے نفس کے ساتھ اپنے عزیزوں دوستوں' ہمسایوں اور اپنی قوم والوں کے حقوق کا بھی خیال رکھو۔

قومی اخلاق

قومی اخلاق کی حفاظت کے لیے یہ قاعدہ مقرر کیا گیا ہے کہ جن عورتوں اور مردوں کے درمیان حرام رشتے نہیں ہیں وہ ایک دوسرے سے آزادانہ میل جول نہ رکھیں عورتوں کی سوسائٹی الگ اور مردوں کی الگ عورتیں زیادہ تر خانگی زندگی کے فرائض کی طرف متوجہ رہیں اگر ضروزتاً باہر نکلیں تو بناؤ سنگار کے ساتھ نہ نکلیں سادہ کپڑے پہنیں کر آئیں جسم کو اچھی طرح ڈھانکیں چہرہ اور ہاتھ اگر کھولنے کی ضرورت نہ ہو تو انکو بھی چھپائیں اگر واقعی کوئی ضرورت پیش آجائے تو صرف اس کو پورا کرنے کے لیے ہاتھ منہ کھولیں اس کے ساتھ مردوں کو حکم دیا گیا ہے کہ غیر عورتوں کی طرف دیکھنے سے

پرہیز کریں اچانک نظر پڑھ جائے تو فوراً نظر ہٹا لیں ان کو دیکھنے کی کوشش کرنا معیوب ہے اور ان سے ملنے کی کوشش معیوب تر ہر مرد اور عورت کا فرض ہے کہ وہ اپنے اخلاق کی حفاظت کرے اور خدا نے خواہشات نفسانی کو پورا کرنے کے لیے نکاح کا جو دائرہ مقرر کر دیا ہے اس سے باہر نکلنے کی کوشش اپنے اندر پیدا نہ ہونے دیں۔

قومی اتحاد اور فلاح و بہبود کے لئے مسلمانوں کو تاکید کی گئی ہے کہ آپس کی مخالفت سے بچیں کسی معاملات میں اختلافات ہو تو نیک نیتی کے ساتھ قرآن اور حدیث سے اس کا فیصلہ کرنے کی کوشش کریں اگر فیصلہ نہ ہو سکے تو آپس میں ان کی بجائے خدا پر اس کا فیصلہ چھوڑ دیں جھگڑے برپا کرنے والوں سے الگ ہو جائیں اور آپس کی لڑائیوں سے اپنی طاقت برباد اور اپنی قوم کو رسوا نہ کرو۔

غیر قوموں کے ساتھ برتاؤ کرنے میں مسلمانوں کو

تعصب اور تنگ نظری کی تعلیم نہیں دی گئی ان کے بزرگوں
کو برا کہنے اور ان کے مذہب کی توہین کرنے سے منع کیا گیا
ہے ان سے خود جھگڑا نکالنے سے بھی روکا گیا ہے وہ اگر
تمہارے ساتھ صلح رکھیں اور تمہارے حقوق پر دست درازی
نہ کریں تو ہم کو بھی ان کے ساتھ صلح رکھنے اور انصاف کے
ساتھ پیش آنے کی تعلیم دی گئی ہے ہم سب سے بڑھ کر
انسانی ہمدردی اور خوش اخلاقی برتیں ظلم اور تنگ دلی مسلمان
کی شان سے بعید ہے خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق اسلام میں
حسن اخلاق اور شرافت اور نیکی کا بہترین نمونہ بننے کو کہا گیا
ہے یہ ایک دائمی شریعت بھی ہے کیونکہ اس کے قوانین کسی
مخصوص زمانے کے رسم و رواج پر مبنی نہیں ہے بلکہ اس
فطرت کے اصول پر مبنی ہیں جن پر انسان پیدا کیا گیا ہے جب
وہ فطرت ہر زمانے اور ہر حال میں قائم ہے تو وہ قوانین بھی ہر
زمانے اور ہر حال قائم رہنے چاہئے جو اس پر مبنی ہوں۔

حسن و جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خالق کائنات نے اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی ذات و صفات کا مظہر اتم، حقیقت و معرفت کے تمام ظاہر و باطنی کمالات کا منبع اور روحانیت کے تمام اوصاف و محاسن کا معدن بنایا اور کمال خلق کی طرح خلقت میں بھی خدا تعالیٰ نے کسی مخلوق کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مثل پیدا نہ کیا۔ اگر مخلوق کے تمام ظاہری و باطنی کمالات کو کسی ایک وجود میں یکجا کر دیا جائے اور کائنات ارض و سما میں ہر طرف منتشر دکھائی دینے والے مظاہر حسن جمال کو کسی ایک پیکر میں اس طرح جمع کر دیا جائے کہ اس سے بہتر شکل نہ ممکن ہو تو وہ پیکر حسن و جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک جھلک ہے۔ مصور کائنات عزوجل نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ حسن و جمال عطا فرمایا جسے دیکھ کر

آنکھیں خیرہ ہو گئیں اور جس کا مشاہدہ کر کے زبان کو عالم حیرت میں کہنا پڑا ایسا حسین و جمیل تو نہ ان سے قبل دیکھا گیا اور ان کے بعد

صحابہ کرام نے جس طرح آپؐ کی سیرت مبارکہ کو قیامت تک کے انسانوں کے لیے محفوظ کیا اس طرح انہوں نے آپؐ کی صورت مبارک بھی تحریر اور تقریر کے ذریعے محفوظ کی حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت نقل کی ہے کہ آپ بعض اوقات ان راستوں پر کھڑے ہوتے جو دیہاتوں سے مدینہ منورہ کو آتے جب کسی دیہاتی کو پا لیتے تو پوچھتے کہ تو نے اپنے آقا کی زیارت کی ہے؟ اگر وہ ہاں میں جواب دیتا تو اسے جانے دیتے اور اگر وہ کہتا کہ میں نے زیارت نہیں کی تو اسے اپنے پاس بیٹھا لیتے اور کہتے آ میں تجھے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال کا تذکرہ سناؤں۔ آپؐ کے پاؤں مبارک

کے تلوےپر گوشت تھے پلکیں لمبی لمبی تھیں بغلیں سفید تھیں توجہ فرماتے تو پوری طرح اور پیٹھ پھیرتے تو پور طرح میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں نے ان کی مثل نہیں دیکھا مسلمان کو آپؐ کے اوصاف ومحاسن اور شمائل و خصائل کی اطلاع سے یہ فائدہ نصیب ہوتا ہے کہ آپ کی صورت علیہ قلب میں نقش ہو جاتی ہے اور خیال و تصور میں اس طرح بیٹھ جاتی ہے کہ گویا اس نے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آنکھوں سے دیکھا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حسن و جمال مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ قلوب کو عشق مصطفٰے سے لبریز کر دیتا ہے اور اس سے ابھرنے والی اطاعت و اتباع سے نوجوان ملت کی سیرت و کردار میں اتنا عظیم انقلاب جنم لیتا ہے کہ پھر بڑی سے بڑی مادی طاقت بھی اس کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتی یہی وجہ ہے کہ ماضی میں مسلمان مادی بے سروسامانی کے باوجود اپنے سے کہیں گنا طاقتوں کے مقابلہ

میں صف آرا ہوئے اور فتح و کامرانی کے لیے کارنامے دکھائے کہ تاریخ آج تک ان کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

جب ہم صحابہ اکرام اور قرون اولٰی کے مسلمانوں کی حیرت و بہادری کی طرف نگا اٹھاتے ہیں تو اس کے پس منظر میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دولت ہی نظر آتی ہے ورنہ بظاہر خالی ہاتھ اور بے سروسامانی تھے۔

صحابہ کرام جب حسن و جمال مصطفٰے کا تذکرہ فرماتے تو سننے والے کو اس بات میں کوئی شک نہ رہتا کہ ذات اقدس کو اپنی آنکھوں کے سامنے مشاہدہ کر رہا ہے حضرت ابو امامہ روایت کرتے ہیں کہ قبیلہ بنو عامر کا ایک شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال کا تذکرہ سنا اور جب میں حلیہ بیان کر چکا تو وہ کہنے لگا آپ نے سراپا اقدس کا اس طرح نقشہ کھینچا ہے اگر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کے تمام انسانوں میں بھی

تشریف فرما ہوں انہیں پہچان لونگا۔

حسن و جمال مصطفےٰ کے تذکرے کے سلسلے میں صحابہ اکرام کا ایک لمحہ یا دوں کو اپنے دل اور دماغ میں ہر وقت محفوظ رکھنے کے لیے کوشاں رہتے تھے بلکہ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال کا تذکرہ چھڑتا تو ہر صحابی کا جی چاہتا کہ ایسا یہ سلسلہ ختم نہ ہونے پائے اور یہی اہل محبت کی علامت اور کمال ہے کہ وہ ذکر محبوب کو تلاش کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابہ میں سے ایک شخص کی نظر چلی گئی دیگر صحابہ عیادت کے لئے ان کے ہاں گے اور نظر ضائع ہونے پر افسوس کیا تو وہ کہنے لگے مجھے تو صرف دیدار مصطفےٰ کے لئے ان آنکھوں کی ضرورت تھی اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے پاس بلا لیا ہے اور ظاہری دیدار کی کوئی صورت نہیں رہی تو مجھے ان آنکھوں کی بھی کوئی ضرورت

ہے۔

آیئے حسن و جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ ان لوگوں کی زبان سے سنتے ہیں جو خوش نصیب آپ کے حسن کا صبح و شام نظارہ کرتے ہیں۔ جس کی آنکھیں دیدار مصطفیٰ میں ہر وقت محو رہیں اور جس کو آپ کے دیدار کی طلب کی کائنات کی ہر شے سے زیادہ محبوب اور مطلوب تھی۔

حسن مصطفیٰ

حضرت جابر بن سمرہ روایت کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ چاندنی رات میں حضور کو دیکھ رہا تھا آپ اس وقت سرخ جبہ کلا زیب تن فرمائے ہوئے تھے میں کبھی چاند کو دیکھتا اور کبھی آپ کو بالا اخر میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاند سے بڑھ کر حسین ہیں۔

چہرہ مبارک

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک بہت خوبصورت تھا پر گوشت اور کسی قدر بیضوی تھا۔ ہند بن ابی ہالہ کا بیان ہے کہ چہرہ مبارک گول تھا جیسے چاند کا ٹکڑا۔ حضرت براء بن عازب سے پوچھا گیا کیا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک تلوار کی طرح اور چمکیلا تھا؟ انہوں نے جواب دیا نہیں بلکہ چودھویں کے چاند کی طرح منور اور گولائی لئے ہوئے۔

رنگت

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم اطہر رنگت میں نہ تو چونے کی طرح بالکل سفید تھا اور نہ ہی خاکستری مائل بلکہ ملاحت آمیز سفیدی کے ساتھ سرخی مائل تھا۔ حضرت ابو ہریرہ کے الفاظ میں رنگت ایسی گویا بدن چاندی سے ڈھلا ہوا تھا۔ حضرت علی فرماتے ہیں حضور کی رنگت سرخی مائل سفید تھی۔

رخسار

آپ کے رخسار مبارک نہایت خوبصورت تھے رنگت میں سفید سرخی مائل تھے نرم اور دلکش تھے ابھار نہیں تھا اور نہ ہی دبے ہوئے تھے۔

دانت

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دندان مبارک نازک اور سچے موتیوں کی طرح سفید چمکدار تھے ان میں ذرہ ذرہ ریخیں تھیں سامنے کے دانتوں میں ہلکی سی درز تھی تمام دانت نہایت صفائی اور ترتیب سے دو صفوں میں قائم تھے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے بیان کی رو سے حضورؐ کے سامنے کے مبارک دانت متصل نہ تھے بلکہ ان میں کشادگی اور موزوں فاصلہ تھا جب کلام فرماتے تو ان ریخوں سے نور جھڑتا ہوا

دکھائی دیتا۔

ناک مبارک

آپ کی ناک بلندی مائل تھی جسے اللہ تعالیٰ نے ایسی آب و تاب اور چمک و دمک سے نوازا تھا کہ ہر وقت اس سے نور کی شعاعیں پھوٹتی دکھائی دیتی تھیں ہند بن الوہالہ کے قول کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناک لمبی پتلی اور درمیان سے قدرے بلند تھی۔

آنکھیں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چشمان مقدس انتہائی خوبصورت بڑی بڑی سیاہ اور پرکشش تھیں جس میں ہمہ وقت سرور آفریں جاذبیت اور رعنائی ہویدار رہتی آپ کی پلکیں بھی سیاہ اور دراز تھیں جن پر بال آنکھوں کی فراخی اور

حسن میں اضافہ کیے ہوئے تھے ہند بن ابو ہالہ کہتے ہیں پتلیاں اور سیاہ نگائیں جھکی ہوئی گوشہ چشم سے دیکھنے کا حیا دارانہ انداز تھا حضرت جابر بن سمرہ کا بیان ہے آنکھوں کے سفید حصے میں سرخ ڈورے تھے آنکھوں کے خانے لمبے تھی۔

پیشانی

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی مبارک کشادہ، فراخ، روشن اور چمکدار تھی جس پر کبھی کسی شخص نے حزن اور بیزاری کے اثار نہیں دیکھے آپ کی جبین اقدس سے ہر وقت مسرت و شادمانی اور اطمینان و سرور کی کیفیت چھلکتی تھی حافظ ابن خثیم سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی اقدس روشن تھی۔ جب اس سے مبارک زلفیں اٹھتیں تو یوں محسوس ہوتا کہ صبح طلوح ہوگی ہے یا رات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے غلاموں کی

طرف تشریف لے جاتے تو آپ کی جبیں اقدس یوں دکھائی دیتی جیسے روشن چراغ سے نور کی شعاعیں پھوٹ رہی ہوں یہ کیفیت دیکھ کر لوگ پکار اٹھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔

ابرو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابرو مبارک خم دار باریک، گنجان اور گہرے سیاہ تھے دونوں باہم پیوست نہ تھے اور درمیان میں ایک رگ پنہاں تھی جو غصہ اور جلال کی حالت میں نمایاں ہو جاتی ہے جسے دیکھ کر صحابہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس کیفیت کو بھانپ لیتے۔ ہند بن ابو ہالہ بیان کرتے ہیں کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابرو مبارک کمان کی طرح خمیدہ لمبے اور باریک تھے دونوں ابروؤں کے درمیان رگ تھی جو حالت غصہ میں ابھر آتی۔

سر اور بال

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر مبارک بڑا اور بال گھنے اور سیاہ تھے کانوں کی لو تک لمبے زیادہ دراز ہوتے تو شانوں تک آ جاتے تھے نہ بالکل گھنگورالے بال تھے نہ بالکل سیدھے اور کھڑے ہوتے بالوں کی سیاہی آخر عمر مبارک تک برقرار رہی۔ ہند بن ہالہ کہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر بڑا مگر اعتدال اور تناسب کے ساتھ تھا مانگ سر مبارک کے بالوں کے درمیان سے نکلی ہوئی تھی بدن مبارک پر بال زیادہ نہ تھے کندوں بازو اور سینہ کے بلائی حصہ پر تھوڑے سے بال تھے۔

ریش

ریش مبارک بھرپور تھی کنپٹیوں سے حلق تک پھیلی

ہوئی پوری داڑھی سیاہ تھی آخر عمر میں تھوڑے سے اوپر چند بال سفید نظر آتے تھے۔

گردن

گردن مبارک استواء، اعتدال حسن اور جمال میں مورت کی گردن کی طرح تھی لیکن رنگ میں چاندی سے زیادہ شفاف اور سفیدی میں چمکدار نور کا فوارہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گردن تمام لوگوں سے حسین تھی گردن کا جو حصہ باہر تھا وہ چاندی کی ایسی صراحی کی مانند تھا جس میں سونے کا رنگ اس طرح بھرا گیا ہو کہ اس میں چاندی کی سفیدی اور سونے کی سرخی کی جھلک نظر آتی اور جو گردن کا حصہ کپڑوں میں چھپ جاتا وہ چودھویں کے چاند کی طرح تھا۔

جسم مبارک

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم بھرا ہوا مگر

متوازن و متناسب، گتھا ہوا۔ سڈول، مضبوط اور توانا تھا جلد نہایت صاف تھی حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ کا بدن قریہ نہیں تھا آپ کا موتیوں کی طرح چمکتا تھا مشک و عنبر میں وہ خوشبو نہ تھی جو آپ کے جسم مبارک میں تھی۔

قد مبارک

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے قدوقامت کو اس حسن تناسب سے نوازہ تھا کہ دیکھنے والا جس زاویے اور جس پہلو سے بھی دیکھتا اسے کوئی عیب یا سقم دکھائی نہ دیتا کدھائی نہ ہوتا آپ تنہا کھڑے ہوتے تو میانہ قد دکھائی دیتے جب کہ صحابہ کے جرمٹ میں آپ کا قد اقدس سب سے بلند نظر آتا اس لئے کہ رب کائنات کو یہ ہرگز گوارہ نہ تھا کہ کوئی اس کے حبیب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے قد میں بلند نظر نہ آئے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ آپؐ کے قد زیبا کی جمل آفرین

کے بارے میں فرماتی ہیں آپ کا قد نہ زیادہ دراز تھا نہ کوتاہ بلکہ آپؐ میانہ قد کے تھے بسا اوقات دو بلند قامت آدمیوں کے درمیاں چلتے تو ان دونوں سے بلند تر نظر آتے لیکن دیکھنے والا حیران رہ جاتا کہ جب وہ جدا ہوتے تو وہ دنوں دراز قد اور آپؐ کا قد انور میانہ دکھائی دیتا یعنی دوسرے کے مقابلہ میں بلند دکھائی دیتے مگر تنہا معتدل اور میانہ قد تھے۔

سینہ اور کندھے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ کشادہ اور پیٹ سے ذرا ابھرا ہوا تھا کندے پر گوشت اور چوڑے تھے سینہ اور ناف کے درمیان بالوں کی ایک دھاری لکیر کی طرح چلی جاتی تھی ان بالوں کے علاوہ سینہ پر بال نہ تھے البتہ دونوں بازوں اور شانوں نیز سینہ کے بالائی حصہ پر مناسب مقدار میں بال تھے۔ ہند بن ابو ہالہ کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ

چوڑا تھا سینہ اور پیٹ برابر تھے اور کندوں کے درمیانی فاصلہ عام پیمانے سے زیادہ تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیان کی رو سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھوں کا درمیان حصہ پر گوشت تھا دونوں شانوں کے درمیان ایک ذرا ابھرا ہوا گوشت کا حصہ تھا جس پر تل تھے اور بال اگے ہوئے تھے یہ مہر نبوت تھی۔

بازو اور ہاتھ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ لمبے لمبے اور انگلیاں دراز تھیں ہتھیلیاں نرم' فراخ اور پر گوشت تھیں ہند بن ابو ہالہ کا بیان ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کلائیاں دراز ہتھیلیاں فراخ اور انگلیاں موزوں حد تک لمبی تھیں۔ حضرت انس کہتے ہیں ریشم کا یا باریک کوئی کپڑا یا کوئی اور چیز ایسی نہیں کہ جس سے میں نے چھوا ہو اور حضور صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کی ہتھیلیوں سے زیادہ نرم اور گداز محسوس ہو۔

یہی وہ سراپا اقدس تھا جس کی جمالیاتی کیفیتوں کو بیان کرتے ہوئے شاعر دربار رسالت حضرت حسان نے ایک قصیدے میں کہا تھا۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ حسین میری آنکھوں نے نہیں دیکھا اور آپؐ سے زیادہ خوبصورت فرزند کسی عورت کے بطن سے پیدا ہی نہیں ہوا۔

(درویش 1993)

خواتین کے لئے اسلامی طرز عمل

شریک حیات

ایک خط

تمہارے دونوں ہی خطوط ملے یہ مجھ سے غلطی ہوئی کہ پہلے کا اپنے گزشتہ خط میں ذکر نہیں کیا تھا۔ بے شک تمہاری یاد بار بار آکر میرے تخیل کو گد گدا جاتی ہے جب یہ خیال آتا ہے کہ ہمیں خدا تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونا ہے اور زندگی کا پورا پورا حساب دینا ہے ایسا نہ ہو کہ ہم دونوں میں سے کوئی بھی اس کے حکام کی تعمیل میں قصور وار اور گنہگار ہو۔ خدا نہ کرے کہ ایسا ہو ورنہ ایک کی کمی کی وجہ سے دونوں کے دونوں ماخوذ ہونگے اس لئے ہم دونوں ایک دوسرے کے تمتہ ہیں دونوں انسانی زندگی کے دو روخ ہیں میرے ساتھ تو اور بھی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے شوہر کو بیوی پر ایک درجہ فوقیت دی ہے جسے ایسی ذمہ داری کو

سمجھتے ہوئے تم سے کہا تھا کہ تم اپنی زندگی کو خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق ڈھالنے کی حتیٰ الامکان کوشش کرو میں جانتا ہوں کہ لوگ زہد کا طعنہ دیں گے اور کیا کچھ نہ کر گزریں گے مگر یہ ہرگز نہ دیکھو کہ لوگ کیا کہتے ہیں بلکہ صرف یہی دیکھو کہ خدا کیا کہتا ہے اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کیا کہا اور بس ان لوگوں کے رویہ سے منہ پھیر لو اور اپنے کان خدا کی آواز پر لگا دو اپنی آنکھیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نقش قدم پر جما دو اور اپنا رخ خانہ کعبہ کی طرف یکسو کروو اسی میں نجات ہے اس کے علاوہ جو راہ بھی اختیار کی جائے وہ غلط ہے اور جو روشن بھی ہوں ہوگی وہ کج ہے۔

تو تربیت گاہ انسانی ہے اگر تم نے ہمارا ہاتھ ہٹایا تو وہ دن دور نہیں جب دیکھیں گے کہ ہمارے دور میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور حیدر

کرار رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چلنے والیاں ہستیاں پیدا ہونگی اور انشاء للہ پھر عہد صحابہ جیسا امن و امان گوشے گوشے میں قائم ہو جائے گا اور یہی گندی دنیا رشک فردوس بریں بن جائے گی۔ میں جانتا ہوں کہ تم نے اپنی زندگی عبادت الٰہی اور اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں گزارنے کا ارادہ کر لیا ہے در اصل کوئی چراغ صرف ایک گھر کو روشن کر سکا تو کیا کیا چراغ تو ایسا ہو جس سے دوسرا گھر بھی روشن ہو۔ چراغ تو ایسا ہو جو زندگی کی تاریکیوں میں ٹھوکریں پر ٹھوکریں کھانے والوں کے لیے چراغ راہ بن جائے لہذا میں سمجھتا ہوں کہ اگر گھر والیاں ہی خدا کے حکم کے مطابق چلیں تو ایسا کا محول بن جائے گا کہ ہر کام خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق چلنے لگے گا۔

اطاعت و عمل

لباس اور رہن سہن کے طریقوں میں تبدیلی کرتے رہنا

انسانی فطرت کا خاصہ ہے انسان تو ایک قسم کا کھانا بھی زیادہ عرصہ برداشت نہیں کر سکتا اگر صبح ایک چیز کھائی ہے تو شام دوسری چیز کو جی چاہے گا حتیٰ کہ ایک ہی وقت میں دل چاہتا ہے کہ کوئی چیز نمکین ہو کوئی میٹھی ہو اور کوئی چٹ پٹی اگر استطاعت ہو تو ایسا کرنے میں کوئی نہ گناہ ہے اور نہ نقصان۔ اسی طرح لباس کی وضع قطع تبدیل کرتے رہنے کو فیشن یا برائی قرار دیا جائے؟ آج تک تو انسان دور نہ کر سکا اور نہ آئندہ کر سکے گا اگر مقصد فضول خرچی، نمائش اور تمام برائیوں کو روکنا ہے تو اس کا یہ ڈھنگ نہیں کہ جبراً سب لڑکیوں کو ایک قسم کے لباس کے شکنجے میں کس کر ان کی متعدد صلاحیتوں کو مسخ کر دیا جائے بلکہ اخلاقی اور معاشی امراض کا صحیح علاج یہ ہے کہ ان کو ان اصولوں کی پوری پوری تعلیم دے دی جائے جس سے ایک انسان مسلمان بنتا ہے۔

اس کے لئے ضروری ہے کہ لڑکیوں کے نظریات کو بدلا

جائے اور انہیں حاکم حقیقی کے سامنے جواب دہی کا پورا
احساس دلایا جائے جب تک یہ احساس ذہن میں نہ بیٹھ جائے
لڑکیوں کے لیے نہ کھدر سود مند ہے نہ اطلس اطمینان و مسرت
کی ضامن ہے۔

بچوں میں اطاعت

بچے کی خراب عادات میں سے جو عادتیں والدین کے
لئے بڑی ہی تکلیف کا موجب ہوتی ہیں ان میں ایک نافرمانی
بھی ہے بچے میں چاہے کتنی ہی اچھی صفات کیوں نہ موجود
ہوں اگر اس میں یہ نقص ہو کہ وہ والدین کا کہا نہ مانتا ہو تو
ماں باپ اس کے شاکی رہتے ہیں۔ اسلام میں اس چیز کو ناپسند
کیا گیا ہے۔ جن ہستیوں نے اسے پروان چڑھانے کے لیے دن
کا چین اور رات کی نیند حرام کر رکھی ہو وہ ان کے ہر حکم
کے آگے سر جھکا دے چنانچہ مسلمان بچوں کو شروع ہی سے

اس بات کی تعلیم دینے کی ضرورت ہے کہ وہ والدین کی اطاعت کریں اور ان کی نافرمانی کرنے سے بچیں۔

والدین کو چاہیے کہ بچو کو وہ ہی حکم دیا جائے جس کا مان لینا اس کے بس میں ہو عربی زبان میں ایک مقولہ ہے کہ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارا حکم مانا جائے تو وہی حکم دیا کرو جو مانا جا سکے۔ اگر آپ اپنے کسی کمزور نوکر کو یہ حکم دیں کہ بازار سے دو من آٹے کی بوری کندھوں پر اٹھا لائے تو کیا آپ کے اس حکم کی تعمیل کر سکے گا۔ ہرگز نہیں کیونکہ اس میں اتنی طاقت نہ ہوگی کہ وہ آپ کا حکم مان سکے چنانچہ فرمانبردار رہنے کی خواہش موجود ہوتے ہوئے بھی وہ نافرمانی کرنے پر مجبور ہوگا۔ یہی حال بچوں کا سمجھئے۔ جب بار بار انہیں سخت احکام ملتے ہیں تو وہ نافرمانی پر مجبور ہوتے ہیں آخر کار انہیں نافرمانی کی عادت پڑ جاتی ہے۔ والدین کو چاہیے کہ پہلے غور کر لیا کریں کہ جو بات ہم بچے کو منوانا چاہتے ہیں بچے

اس مطالبے کو پورا کر بھی سکتے۔ ہیں کہ نہیں۔

دوسری ضروری بات یہ ہے کہ بچے کو جو کام کرنے کو کہا جائے اس کے فائدے اور اس کے نقصانات سے بھی اسے اگاہ کر دیا جائے جب بچہ ٹھیک طور پر اس بات کو سمجھ لیتا ہے کہ جس کام کا مجھے حکم دیا جا رہا ہے اس میں فلاں فلاں فائدے ہیں تو پھر ان فائدوں کے پیش نظر وہ کام اسے احسان معلوم ہونے لگتا ہے پھر وہ خوشی خوشی اسے انجام دینے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب اسے اچھی طرح معلوم ہو جاتا ہے کہ جس کام سے مجھے روکا جا رہا ہے اس مین فلاں فلاں برائی اور فلاں فلاں نقصان پہنچے گا تو وہ اس کو چھوڑنے پر آمادہ ہو جائے گا۔

تیسری ضروری بات یہ ہے کہ ہر وقت ٹوکتے رہنے سے بچنا چاہیے اس سے بچے ضدی اور ہٹ دھرم ہو جاتے ہیں یہ نہ کرو وہ نہ کرو، یہاں نہ بیٹھو وہاں نہ گھُسو یہ چیز کیوں خراب

کردیں اس کو کیوں چھوا یہ ہر وقت کی نکتہ چینی ایک نہ ایک دن بچے کو نافرمان بنا دیتی ہے قصہ مختصر اگر والدین صبر، عقلمندی اور دور اندیشی سے کام لیں تو بچے کو آسانی سے اس بات پر آمادہ کر سکتے ہیں کہ وہ خوشی سے ان کی اطاعت کرے۔

خدا سے تعلق میں سکون

خط

آج مدت کے بعد یہ خط لکھنے بیٹھی ہوں حیران تو ہوگی کہ جس دوستی کے تار زنگ آلود ہو چکے تھے اور تاروں کی جھنجھناہٹ مدہم ہوتے ہوتے ختم ہو چکی تھی جس کے سروں میں کوئی دلکشی باقی نہ رہی تھی اس کے تار کس طرح موسیقی کے مدھر راگ نکالنے لگے ہیں اور ان میں تھرتھراہٹ کہاں آگئی ہے تو لو حال سنو۔ یہ تو تمہیں معلوم ہی ہے کہ میری طبعیت پر مغربیت کا رنگ کس قدر غالب تھا میں اپنے آپ کو ایک حسین تتلی کی طرح آزاد سمجھتی تھی جو پھول پھول کے رس

چوس کر اس سے شہد حاصل کر لے۔ میرا فلسفہ تھا کہ عورت قدرت کی رنگینیوں میں قوس قزح کی مانند ہے جو مختلف قسم کے جاذب رنگ اختیار کرتی ہے ہر ایک کے دلکو لبھاتی اور ہر ایک کی نگاہوں کا مرکز بنتی ہے لیکن کسی کے ہاتھ نہیں آتی ہر ایک کے دسترس سے باہر ہے میں اپنے ان خیالات کے زیر اثر ہر سوسائٹی میں شامل ہوتی تھی ہر کلب کی رونق بنتی تھی ہر ایک کی دوستی کا بڑا ہاتھ تھام لیتی تھی میں نے کبھی کسی کی خواہش کو رد نہیں کیا تھا۔ بھائی جان کے جتنے بھی دوست تھے وہ میرے بھی دوست تھے اور تم جیسی فرشتہ صفت لڑکی ان باتوں کا تصور بھی نہیں کر سکتی میں خود آج ان کو دہراتے ہوئے شرم سے پانی پانی ہو جاتی ہوں مگر اس وقت تو میں مغربی طور طریقوں پر لٹو ہو رہی تھی مغربی تہذیب کی چکا چوند نے میری آنکھیں خیرہ کر دی تھیں اور میں مغرب کے تراشے ہوئے جھوٹے رنگوں کے فریب میں آگئی تھی۔

میرے دوستوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ والد صاحب اور
بھائی جان بالکل میرے ہم خیال تھے بلکہ میں تو کہوں گی کہ ان
ہی کی شہ مجھ سے یہ سب کچھ کرا رہی تھی مگر ایک ہستی تھی
جس کی نظروں میں میرے یہ چال چلن کانٹا بنکر کھٹکتے تھے لیکن
ان کی کمزور طبیعت کچھ اثر نہ دکھا سکتی ہمارے سامنے ان کی
ایک نہ چلی آخر کار امی اس دنیا سے چلی گئیں سوچتی ہوں
شائد مرنے کے بعد ان کی روح سے ہمزاد ہی رہتی ہوگی۔
میری زندگی کا کوئی روخ ایسا نہ تھا جس سے یہ معلوم ہو کہ
میں نے ایک مسلمان گھرانے میں جنم لیا ہے یا میں ایک
مسلمان لڑکی ہوں تمہارے گھر آنا جانا اسی ایک مسلمان گھرانے
میں جنم لیا ہے یا میں ایک مسلمان لڑکی ہوں تمہارے گھر آنا
جانا اسی لئے چھوڑ تھا کیونکہ تم ہر وقت اسلامی زندگی اپنانے کا
مطالبہ کرتیں لیکن اس وقت مجھ کو اس زندگی میں کوئی دلکش
اور شیرینی نظر نہ آتی تھی یہ بظاہر خشک اور بے کیف زندگی

ذرا نہ بھاتی تھی جس میں بھرپور مسرت کے قہقہے نہ ہوں نت نئے دوستوں کا لطف اور رنگینی نہ ہو کہاں روز روز کی سیروتفریحیں اور کہاں پانچ وقت کی اٹھک بیٹھک۔ آخر میری زندگی نے کروٹ بدلی دوسرا رخ سامنے تھا۔ میری شادی ہوگی بالکل انگریزی طریقے پر۔ شوہر ہر وقت میری دلجوئی کا خیال رکھتا تھا اگر یہ کیوں تو بے جانہ ہوگا کہ وہ ہر وقت میری بارگاہ حسن میں سربسجود دیتا تھا ناچ گھر ہو یا سینما ہم دونوں ساتھ ہی رہتے تھے اور ہر ایک دیکھنے والے کی نظر میں خوش نصیب جوڑا سمجھے جاتے تھے۔

وقت بڑی تیزی سے گزرتا رہا اگر ان کے حلقہ تعارف میں خواتین کی تعداد زیادہ تھی تو میرے بھی حلقہ احباب میں مردوں کی تعداد کچھ کم نہ تھی اور بدنصیبی نے آنکھیں کھل لیں ان کی زندگی میں ایک پری چہرہ نے قدم رکھا اور میری خوشی اور مسرت پر بادل چھاگئے کئی دفعہ میرے دل میں انتقامی

جذبات ابھرے اور میں نے بھی اپنی ذات کو اپنے دوستوں کے
جھرمٹ میں گم کر دینا چاہا مگر ان کی بے رخی کا رد عمل مجھ پر
عجیب تھا یہ نہ سمجھنا کسی خاندانی شرم و حیاء نے مجھے روک
لیا یا خدا کے خوف نے مجھے باز رکھا بلکہ اس ظالم سے مجھے
محبت ہی بہت تھی۔ جس کی وجہ سے نیم بسمل ہوگی میں ہر
وقت تنہائی میں رہنے لگی میرے پاس ایک نوکرانی تھی جو کسی
شریف خاندان سے تعلق رکھتی تھی بہت نیک اور پارسا تھی وہ
دلجوئی کا بہت خیال رکھتی تھی جب اس نے دیکھا کہ یہ غمزدہ
ہے اور یہ وقت ہے ہمت بندھانے کا تو باتوں میں مجھے
خدا کی یاد کی تلقین کرنے لگی۔ ایک دن شام کو میں نڈھال ہو
کر صوفے پر گر پڑی جب نوکرانی عشاء کی نماز کے لیے تیار ہو
کر میرے کمرے میں آئی اور بولی آو بی بی نماز پڑھیں ایک تو
میں پہلے ہی جلی بیٹھی تھی اس کی یہ بات سنکر تن بدن میں
آگ لگ گئی بس پھر کیا تھا مجھ سے ضبط نہ ہو سکا میں نے اٹھ

کر پوری قوت سے اسے مارنا شروع کر دیا مارتی جاتی اور کہتی جاتی کیوں ہر وقت ستاتی رہتی ہے جب دیکھو ایک ہی رٹ ہے نماز پڑھو کیا نماز پڑھنے سے سکون مل جائیگا۔ وہ کہنے لگی بی بی میں تمہاری نوکر ہوں اور صرف ایک ہی کام خلاف مرضی کیا ہے۔ تو اس کی سزا یہ مل رہی ہے خدا تعالٰی نے آپ کو پیدا کیا وہ آپ کا مالک ہے اس کا فرمان ہے نماز پڑھو روزہ رکھو' پردہ کرو اپنی زندگی کو اسلام کا صحیح نمونہ بناؤ آپ ان حکموں میں سے ایک بھی پورا نہیں کرتیں تو وہ آپ کا مالک آپکو کیوں نہ سزا دیگا۔ بس یہ الفاظ تھے جو کام کر گئے مجھے احساس ہوا کہ میں پوری زندگی کوئی نیک کام نہیں کیا خدا کی نا فرمانی کا احساس ہوتے ہی فورا اٹھی اور وضو کیا سربجو ہوگئی نماز پڑھ کر اٹھی تو میں مطمئن اور پر سکون تھی کیونکہ میرا تعلق حقیقی مالک سے ہو چکا تھا۔

حسد

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے جو آج بھی اسی طرح صادق اور حقائق سے لبریز ہے جیسا کہ چودہ سو سال پہلے جب کہ یہ زریں قول نوع انسانی کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ حضور پاکؐ نے ارشاد فرمایا۔حسد کو دل سے دور رکھو کیونکہ یہ تمہاری نیکیوں کو اس طرح جلا دیتا ہے جس طرح آگ ایندھن کو

کون سی عورت ہے جو اپنے ہمسایہ کی دولت' رتبے' حسن اولاد یا صحت سے حسد نہ رکھتی ہو میرے اس متذکرہ بالا الفاظ نے بہت سی خواتین کے ماتھے پر شکن ڈال دیئے ہونگے۔ میں تو کسی سے حسد نہیں کرتی شائد آپ ٹھیک کہتی ہوں شائد آپ ان چند خوش نصیب اور خود اعتماد ہستیوں میں سے ہوں جو ہر وقت صبر اور شکر میں رہتی ہیں کیونکہ حسد ہی عداوت کا باعث ہوتا ہے آپ جانتیں ہیں کہ حسد کس مکاری

اور عیاری کے ساتھ غیر شعوری طور پر دلوں میں گھس جاتا ہے بعض عورتیں تو پیٹھ پیچھے اپنی سہیلوں جاننے والیوں اور ہمسایوں کی بد خوئیاں کرنا غیبت کرنا چغلیاں کھانا برا بھلا کہنا ان کی عام عادت ہوتی ہے اگر آپ خوش قسمتی سے بڑی محتاط ہیں اور اپنی بیداری ضمیر کی وجہ سے ان عادات سے محفوظ ہیں تو حسد اپنے انجانے طریقوں سے آپ کے دل میں گھسنے کی کوشش کرتا ہے کہ آپ کو معلوم نہیں ہوتا۔ یہ حسد ہے جس کی وجہ سے ایک انسان دوسرے انسان کو نقصان پہنچانے اور ذلیل کرنے کے درپے رہتا ہے اس قسم کے ذلیل حسد سے آج کل دنیا بھرپور ہے آج نوع انسانی کے تمام مصائب و آلام کا سرچشمہ یہی حسد ہے آج ساری دنیا پر ہولناک جنگوں کے تاریک بادل جو منڈلا رہے ہیں وہ اس حسد کی وجہ سے تو ہے۔

عورتیں نہیں جانتیں کہ ان کو حسد کی بیماری لاحق ہے

مگر یہ بیماری ان کو لاحق بھی ہے اور خطرناک حد تک کیونکہ
وہ اس کو محسوس نہیں کرتیں جہاں ان کے خاوند نے اپنی ماں
یا بہن سے کوئی سرگوشی میں بات کی کہ یہ پڑیں اُن کے گلے
وہ بے چارہ حیران ہیں ہوا تو کچھ نہیں یہ بیگم کا پارہ کیوں چڑھ
گیا۔ ویسے ان کا دعوہ ہے کہ میں تو کس سے حسد نہیں کرتی
ایک دوسرے کی چغلی کھا کر دو سہیلیوں کو آپس میں لڑا دینا ان
کا بائیں ہاتھ کا کرتب ہے بعض تو کسی کی ذرہ بے اتفاقی پر اس
کو نقصان پہنچانے پر کمر بستہ ہو جاتی ہیں اور حاسد اپنے قصور
اور غلطیوں کی ذمہ داری دوسروں کے کندوں پر ڈالنے کی
کوشش کرتا ہے۔

چونکہ حسد کا جذبہ کم و بیش ہر فرد و بشر میں ہوتا ہے
اس لئے بجائے اس کہ حسد ہمارے اطمینان قلب اور مسرتوں
کو ضائع کرے ہم دوسروں کے متعلق سوچ سوچ کر کڑھیں
کیوں نہ اس جذبے کو تعمیری رجحانات کے لئے استعمال کیا

جائے۔ میری مراد یہ ہے کہ حسد کو رشک میں تبدیل کر دیا جائے مثال کے طور پر اگر آپ کی ہمسائی یا کوئی سہیلی اپنے حسن اور تدبیر سے کوئی اچھا کام کرتی ہے. دوسرے اس کو اچھے الفاظ میں یاد کرتے ہیں تو بجائے جلنے کے آپ بھی اپنی عقل و فہم اور ادراک سے سے اپنے آپ کو اس قابل بنایئے یا کوئی اچھا کام کیجیے کہ دوسرے آپ کا احترام کریں۔ بہتر تو یہی ہے کہ جو کچھ آپ کو خزانہ قدرت سے ملا ہے اس پر قناعت کیجئے اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کریں اور ساتھ ہی ساتھ حسن سیرت کے زیور سے اپنے آپ کو آراستہ کریں یاد رکھئے خوب سیرتی خوبصورتی کا بہترین بدل ہے۔

دارالعمل

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب پاک میں فرمایا ہے

یا ایہا الذین آمنو لم

تقولون مالا تفعلون

اے ایمان والو وہ بات کیوں کہتے ہو جو تم خود نہیں کرتے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی کا خلاصہ بیان فرما دیا ہے یعنی جو بات کہو اس پر عمل بھی کرو ایک انسان سچ بولنے کی خوبیاں اور جھوٹ کی برائیاں بیان کرتا ہے لیکن خود اس پر کار بند نہیں لہذا اس کی نصیحت قابل التفات نہ ہوگی تاوقتیکہ وہ خود عمل کر کے نہ دکھائے آج جس قدر لٹریچر کتابی صورت میں جمع ہوگیا ہے قرون اولیٰ میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں تھا لیکن اس کے برعکس وہ دور اسلامی زندگی کا دور تھا کیونکہ ان کا کردار تھا اور ہم میں صرف گفتار ہے عمل کی بدولت ایک مزدور اپنی مزدوری میں اطمینان کی

زندگی بسر کر لیتا ہے مگر بے عمل کی وجہ سے ایک سرمایہ دار اپنی زندگی برباد کر لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے قادر مطلق ہونے میں کس کو کلام ہو سکتا ہے اگر وہ چاہے تو زمین رزق اگلے اور آسمان رزق برسائے لیکن سنت الٰہی یہی ہے کہ جب انسان عمل کرتا ہے تو نعمت حاصل ہوتی ہے کبھی مشاہدے میں نہیں آیا کہ انسان آسمان کی طرف منہ کر کے روٹی پکارے اور اسکو روٹی مل جائے تاریخوں میں ہم نے پڑھا ہے کہ اگرچہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح کے وعدے ملے ہوئے تھے تاہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود زرہ پہن کر میدان جنگ میں تشریف لے جاتے اور عملی فتح حاصل کرتے یہ تھی عملی زندگی جس کی بدولت وہ دنیا اور آخرت میں کامیاب و کامران ہوئے۔

اکثر عورتیں تمام دن فضول باتوں میں گزارتی ہیں لیکن جب ان کو اللہ تعالیٰ کی عنایات اور فرائض سے آگاہ کیا جائے

تو کہتی ہیں اللہ توفیق دے تو ہم بھی اس پر عمل کریں۔ اکثر فضول خرچی کرتی ہیں جب اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا تذکرہ ہوتا ہے تو کہتی ہیں اللہ دے تو ہم بھی لنگر جاری کریں۔

ہمارے اسلاف جب قرآن پڑھتے ہیں تو اس پر عمل نہیں کرتے مگر ہم روزانہ پاروں پر پارے پڑھ جاتے ہیں لیکن ایک آیت بھی حلق سے نیچے نہیں اترتی۔ بے شک جنہوں نے عمال نیک کیے وہ دنیا اور آخرت میں کامیاب و کامران ہوئے اور بے عمل لوگوں کو دنیا و آخرت میں سوائے مایوسی کے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہؓ سے فرمایا اے بیٹی آخرت میں تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی ہونے کی وجہ سے نجات حاصل نہ کر سکو گی بلکہ تمہارے بھی نجات دہندہ اعمال صالح ہی ہونگے جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیٹی

سے یہ فرما دیا تھا تو ہم کس شمار و قطار میں ہیں اگر آخرت میں سرخرو ہونا چاہیں تو اللہ تعالیٰ کی پاک کتاب موجود ہے اس کے احکام پر عمل کرنا چاہیے ورنہ اعمال صالح سے بے نیاز ہو کر آخرت میں کامیابی کی امید ایک دھوکہ ہے۔

احساس کمتری

تعلیم گاہوں میں لڑکوں اور لڑکیوں کی شکل و شباہت کو نہیں بدلہ جا سکتا بلکہ ان کے ذہنوں اور دلوں کو تبدیل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور کی جا سکتی ہے لباس کا کیا ہے یہ تو چند دنوں میں بدلوایا جا سکتا ہے لیکن اصل چیز جو بدلنی چاہیے اور جس کے لئے ہمت اور ٹھوس جدوجہد کی ضرورت ہے وہ ہے طالب علموں کے زاویہ نگاہ

احساس کمتری یہی ہے تاکہ اپنے تئیں ہم جنسوں سے مال و دولت یا شکل و صورت کے لحاظ سے کمتر سمجھنا اور پھر

اس احساس کو چھپانے کے لیے نازیبا حرکات کا مرتکب ہونا اس کا علاج یہ نہیں کہ سب لڑکیوں کو زبردستی ایک جیسے لباس میں جکڑ دیا جائے بلکہ اصل علاج یہ ہے کہ انکو صحیح تعلیم دی جائے اور کائنات میں ان کو اصل مقام سمجھا دیا جائے اس سے متاثر ہو کر وہ خود بخود اپنے لباس ار رہن سہن میں جو تبدیلیاں کریں صرف وہ ہی خوش آئندہ ہو سکتی ہیں۔ امیر' غریب بد صوت خوش شکل تندرست و توانا ہر طالب علم کا اخلاق درست کرنے اور اس سے احساس کمتری کو دور کرنے کا صرف یہ ہی ایک طریقہ ہے کہ اسکولوں' کالجوں میں تعلیم صحیح بنیادوں پر دی جائے طالب علموں کے ذہن نشین کر دیا جائے کہ تم سب اس دنیا میں بحیثیت ایک ایکٹر آئے ہو جیسے کوئی ڈرامہ اسٹیج کرنے کے لیے اسکول یا کالج کی طرف سے کسی طالب علم کو تخت و تاج مل جائے اور کسی کو چپڑاسی یا اردلی کا لباس دے دیا جائے عین ممکن ہے کہ جس طالب علم کو تخت و تاج ملے وہ اپنی

ایکٹنگ میں ناکام رہے اور ڈائریکٹر کی نگاہ میں اس کی وقعت نہ ہو اور جس کو چپڑاسی کا پارٹ ملا ہے وہ ڈائریکٹر کی ہدایت کے مطابق اپنا کردار اچھی طرح ادا کرے اور انعام پائے یہی حال ہماری اس زندگی کا ہے جس میں اصل ناقابل قدر انعام اور معیار عزت و ذلت آخرت کی زندگی ہے جو وہاں کامیاب ہوا وہ ہی اصل کامیاب ہوا۔ یہ زندگی بالکل ایک ڈرامے کی طرح عارضی ہے سادگی اور انکساری اسلام میں عبادت کا درجہ رکھتی ہے اس کے برعکس لوگوں نے فیشن اور بڑھیا لباس میں سبقت کی دوڑ لگا دی ہے سیرت و اخلاق اور برتری کا معیار دولت کو بنا لیا۔

اصحاب صفہ کس قدر تنگدست تھے لیکن ان میں سے کوئی بھی احساس کمتری کا شکار نہیں ہوا حضرت بلال حبشیؓ تھے لیکن ان کو امیر المومنین آقا کہتے تھے حضرت سمیہ لونڈی تھیں لیکن احساس کمتری سے کس قدر آزاد کہ دولت مند مالک کی

بجائے ور یتیم کی اطاعت کو قبول کر لیا پھر وہ بڑھیا کتنی متوازن تھیں جس نے حضرت عمرؓ کو بر سرے منبر ٹوک دیا اور وہ بڑھیا کس قدر معقول اور معتدل تھی جس نے ہارون الرشید کو ڈانٹا۔ افسوس ہے کہ درس گاہوں میں کافر قوموں کی دیکھا دیکھی آخرت کا ذکر معیوب سمجھا جانے لگا۔ حالانکہ بحیثیت مسلمان ہی تمہارے نزدیک جو چیز سب سے مقدس اور ہر حال میں مقدم ہونا چاہیے وہ آخرت نہ کہ یہ چند زندہ زندگی آج سیاسی و تعلیمی اداروں میں اگر آخرت کا خیال دخل پایا جائے آخرت کا خیال دخل پایا جائے تو ملک و قوم کے سب امراض دور ہو جائیں آپ اگر غور کریں گئیں تو چال ڈھال میں اخلاق و معاملات میں مغربی تعلیمات پر ہی ایمان لایا جاتا ہے اور عمل کیا جاتا ہے جیسے یہ تعلیمات ہی آسمان سے نازل ہوئی ہے اگر نکالی لباس ہی میں ہوتی تو بدلنا آسان تھا لیکن یہاں تو زندگی کے دھارے کا رخ ہی بدل گیا ہے گویا زندگی کو کعبہ عرب کی

بجائے قبلہ مغرب کی طرف موڑ دیا ہے اس دھارے کو سیلاب کی شکل میں تبدیل کرنے کی زیادہ تر ذمہ داری خواتین پر ہے اور خواتین ہی پر ساری قوم کے افراد کے کیریکٹر کی مضبوطی کا دارو مدار ہوتا ہے کیوں کہ نسلیں انہیں کی طویل ہی میں پلتی ہیں اخلاق اور عادات انہیں ہی سے ملتے ہیں یہ اگر چاہیں تو زندگی کو مزید تباہی کے گڑھے میں گرنے سے بچا لیں۔

اسلام ایک ایسا دین ہے جس میں فطرت کے تمام تقاضے پورے ہوتے ہیں یہ ایک ایسا نظام حیات ہے جو اپنا ایک مستقل اور مخصوص طریقہ رکھتا ہے اس کے ہر شعبہ میں اپنی ہی روح کار فرما ہے اس کا اپنا نظام تعلیم و تمدن اپنی معاشرت وتہذیب اور اپنا خاص کلچر ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اسلام کا بحیثیت نظام زندگی بغور مطالعہ کریں تاکہ اصلاح کے لیے ایک نقشہ سامنے ہو۔ حسن صورت اور جسم کی زیبائش سے زیادہ حسن سیرت اور روح کی پالیدگی پر توجہ دیں۔

تو انشاء اللہ فرنگی تہذیب و تمدن کیا ہر فلسفہ زندگی یہاں سے بوریا بستر باندھ کر رخصت ہو جائے گا۔

پختگی ایمان

یہ کتنی بد قسمتی اور دکھ کی بات ہے کہ ہم بھول گئے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا کیوں بنائی؟ ہم نے کیوں فراموش کیا کہ پیغمبر دنیا میں کیوں آئے اپنوں نے طرح طرح کی تکلیفیں کس مقصد کی خاطر برداشت کیں وہ بھوکے اور ننگے رہے انہوں نے طرح طرح کے عذاب سہے آروں سے چیرے گئے۔ آگ میں ڈالے گئے خندہ پیشانی سے جانیں دے دیں مگر حق کا پیغام پہنچانے سے باز نہ آئے آج پھر یہ سبق یاد دلانے کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ خواتین کو یہ فخر ہونا چاہیے کہ خدا تعالیٰ نے آپکو ہی اس اہم اور سب سے اچھے اور بڑے کام کے لئے منتخب کیا ہے وہ یہ کام ہے جسے اللہ کے رسولوں

نے سر انجام دیا تو آپ بڑے عزم و ہمت، استقلال اور صبر و استقامت کے ساتھ قوم کی بھاگ ڈور اپنے ہاتھ میں لیں۔

دعوت حق اپنی فطرت میں بہت ہی میٹھی اور شیرینی ہے جن لوگوں کو اس کا ایک بار چسکا پڑ جاتا تھا وہ جان دے دیتے تھے مگر اس سے کسی صورت دستبردار نہیں ہوتے تھے ذرا آنکھوں کے سامنے ان چند نقوش پاک (اللہ کی ہزار رحمتیں ان پر نازل ہوں) کا تصور لایئے جنہوں نے دل کے کانوں سے سنا تو اس کا کیا اثر ہوا پھر اثر قبول کرنے والوں کے ساتھ مخالفوں نے کیا سلوک کیا خدا کی ہزار رحمتیں ہوں اس قابل فخر خاتون پر جو ابو جہل کی لونڈی سمیہؓ اسلام لانے کے بعد مشرکین ان کو مکہ کی جلتی تپتی ریت پر لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں کھڑا کر دیتے تھے لیکن ان کے عزم و استقلال کے آگے یہ آتشکدہ ماند پڑ جاتا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ حال دیکھتے تو فرماتے آل یاسر صبر کرو تمہارے لئے جنت ہے

آخر ابو جہل نے ایک دن غصے میں آکر ایسی برچھی ماری کہ اسی وقت شہید ہوگئیں انا للہ و انا الیہ راجعون اگر اسلام واقعی خشک و تلخ ہوتا تو دنیا کیوں کر اس پر بری طرح فریفتہ ہوتی۔

اللہ تعالیٰ کی پیش بہا محبت حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ انسانوں کی محبت خودبخود حاصل ہو جائے گی اگر وہ ہمارے ساتھ اچھا سلوک نہ بھی کریں تب بھی ہمیں ذرہ برابر ملال نہ ہوگا کیونکہ ہم نے جو کچھ کیا اور جس غرض کے لیے کیا وہ حاصل ہوگی جس طرح کوئی کسی کے بچے کو پیار کر کے اس کے والدین کی محبت کا خواہاں ہو بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر سب کی بے لوث خدمت و ہمدردی کر کے دین کو پوری دنیا تک پہنچانے کا عزم کیجیے۔ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے ساتھ حسن سلوک کا عزم کرنا چاہیے حدیث شریف میں آتا ہے جب کوئی صبح کسی بیمار کی عیادت کرتا ہے تو شام تک فرشتے اس کی مغفرت کی دعا مانگتے ہیں۔

یہ بھی آیا ہے کہ جب کوئی کسی کی عیادت کے لیے جاتا ہے تو
واپسی تک جنت کی روش پر رہتا ہے اس معاملہ میں مسلم و
غیر مسلم کی تفریق بھی نہیں رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر
زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھا جائے یہ حضورؐ کے ساتھ
اظہار محبت بھی ہے اور اللہ بھی اسکو بہت پسند کرتا ہے' نماز
پڑھیں تو دوسری دعاؤں کے ساتھ یہ دعا بھی ضروری پڑھ لیا
کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو صراط مستقیم پر چلنے کی
توفیق عطا فرمائے آمین۔

ترقی پسند دختران

یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے اور اکثر لڑکیوں کی ذہنی مفلسی اور بد قسمتی پر افسوس بھی ہوتا ہے جن کے والدین اسلام سے ناواقف ہیں اور جنہوں نے اولاد کی ذہنی تربیت کا کوئی انتظام نہیں کیا۔ ذرا غور کرو جس لڑکی کی ماں ماڈرن ہو مغرب کی نکالی کرتی ہو اس کی اولاد کیونکہ منٹو جیسے فحش نویسوں کے افسانوں پر فدا نہ ہو۔ یہ بالکل فطری بات ہے اولاد نے جس ماں کا دودھ پیا ہے اس کی رگوں میں شریف خون کی گردش نہیں ہوگی تو اولاد کا ذرہ بھر قصور نہیں ہوگا۔ میرا ایمان ہے کہ ایک مومنہ اور مسلمہ کی ہر بات اللہ رکھتی ہے اگر آپ جائیں تو سچائی کو سلیقے اور مٹھاس سے پیش کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ مخالف سچ کو سچ اور جھوٹ جھوٹ نہ مان لے۔ اکثر تمہارے اردگرد جس قدر سہیلیوں کا مجمع رہتا ہے قیامت کے

دن تم پر ان سب کی حجت قائم ہوگی کہ تم ان کے سامنے حق پیش کر سکتی تھیں لیکن تم نے غفلت کی باتوں ہی باتوں میں سلجھانے کے کئی موقع ملتے رہتے ہیں لیکن تم نے کیوں نہ فائدہ اٹھایا۔ سوچو کیا جواب دوگی۔

کاش تم اپ ٹو ڈیٹ بننے کی بجائے فرصت کا کچھ وقت نکال کر سہیلیوں کی اصلاح پر بھی صرف کر سکتیں کیونکہ تمہارا ماحول بہت زیادہ اصلاحی کوششوں کا طلب گار ہے اسلام ایک ایسا پاکیزہ معاشرہ تیار کرتا ہے جو دشمنی عناد' رقابت' کینہ' فاقہ کشی اور استحصال بالجبر' عریانی فحاشی اور بے پردگی کو نیست و نابود کر دیتا ہے۔ جو مغرب پرست عورتوں کی سنی سنائی باتوں کو حقیقت سمجھ کر نہ صرف اسلام کے ساتھ ظلم کرتیں ہیں بلکہ خود اپنی نسوانیت پر بھی ظلم کرتیں ہیں۔ بعض عورتیں ترکی' مصر اور ایران کی بے حیائی' آلودگی' فحاشی اور بدمعاشی کو آزادی نسواں کے خوشنما غلاف میں لپیٹ کر پیش کرتیں ہیں۔ تو ترکی' مصر'

ایران کے کفار کی ذہنی غلامی اختیار کر کے جو عورت کے ساتھ ظلم کیا ہے۔ وہ ازفعہ قبل از تاریخ بھی نہیں کیا گیا ہوگا۔ جو چند نادان اور مغرب زدہ عورتیں مصر، ترکی اور ایران کی مثالیں پیش کرتیں ہیں ان کا مشن آزادی ہے آزادی عورت کی فقط یہ ہے کہ عورت غیر محرموں کے ساتھ نہ بے جھجک ناچے۔ اسٹینوٹایپسٹ کی حیثیت سے کسی افسر کی خلوتوں کی زینت بنے۔ نرس کی حیثیت سے درجنوں مریضوں اور ڈاکٹروں کی دل وابستگی کا سامان بنے۔ زنانہ فوج میں بھرتی ہو کر شاہراہوں پر پریڈیں کرے اور اسلامیاں دے۔ قطاروں میں سینہ نکال کر اسٹیشن کھڑی ہو اور پھر دنیا کی برادری میں یہ عورتیں بھی سر اٹھا کر کہہ سکیں کہ ہم آزاد ہیں۔

ذرہ اسلام کے احکامات پر غور کرو۔ اسلامی معاشرے میں تشکیل انسانیت کا مرکز شرافت اور اخلاق کا مقام آغاز۔ محبت اور ایثار کا سرچشمہ رحمت اور رافت کا مجسم نمونہ صرف

ایک ماں کا وجود مسعود ہے اسلام اسے ملت ساز کا مقام دیتا ہے اس کے گھر کی چار دیواری کو پوری ملت کی تربیت گاہ قرار دیتا ہے۔ ایک مسلمان عورت کو تو اس پر فخر کرنا چاہیئے کہ اس کی گود میں افق ملت پر چمکنے والے درخشندہ ستارے پرورش پاتے ہیں اور اسی کی تربیت گاہ میں پوری انسانیت شاگرد کی حیثیت سے آنکھ کھولتی اور سفر حیات شروع کرتی ہے خدا تعالیٰ وہ دن قریب لائے جب مسلمانوں میں اسلام کا آئین رحمت نافذ ہو اور عورتیں اپنی آنکھوں کے سامنے عورت کی عزت اور سرفرازی کو دیکھیں اکثر لڑکیاں اور لڑکے مغرب اخلاق رسالے اور گندے ناول تو بڑے شوق سے پڑھتے لیکن اسلام کی نسبت معلومات حاصل کرنے کی خواہش کے باوجود اسلامی لٹریچر نہیں پڑھتے یہ شکایت کم و بیش عام ہے۔ جو حق سے لاپرواہی مہلک مرض ہے آج باطل ایک تندو تیز آندھی کی طرح رواں دواں ہے اپنی ساری آرائشوں اور گندگیوں کا

لشکر لیے ہوئے دنیا کو اپنی رو میں بہائے چلا جا رہا ہے۔ جن لوگوں کے سامنے زندگی کا مقرر راستہ اور کوئی متعین منزل مقصود نہیں وہ اس طوفان کے بہاؤ کے ساتھ چلنے ہی میں مصلحت سمجھتے ہیں کہ آسان بھی ہے اور دلچسپ بھی۔ لیکن مسلمان کی منزل تو متعین ہے جس کو جانا وقت کے دھارے کے خلاف ہے۔

جب اسلامی لٹریچر کی طرف اشارہ کیا جائے تو عورتیں کشمکش میں پڑ جاتی ہیں اور ان کی قوت فیصلہ سخت آزمائش میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ ایک دین دار عورت کو چاہیے کہ وہ نمائش پرست عورتوں کو احسن طریقے سے سمجھائیں کہ یہ اسلام کے ساتھ کیا مذاق ہے۔ سینما اور نماز کا کیا جوڑ ہے۔ مخرب الاخلاق اور فحش فلمی پروگراموں کو دیکھنا یہ ہی معنی رکھتا ہے کہ مسلم لڑکی نے شرافت کو دھتکار دیا اور انسانیت سے مستعفی ہوگی اور پکچر دیکھنے کے بعد نماز پڑھنے کے معنی بھی یہ ہوئے

کہ شیطان کو مطمئن کر دینے کے بعد خدا تعالیٰ کو بھی خوش کر دیا جائے۔

آزاد فش خواتین جو سرکاری ذرائع سے ناجائزہ فائدہ اٹھا کر عصمت ماب بھولی بھالی لڑکیوں کو بہکانے کے در پے ہیں اور ان کے اخباری بیانات انکی عریان تحریکات قرار واد مقاصد کے خلاف اعلان بغاوت ہیں تو پھر شاہ ایران کو انہی ننگ نسواں عناصر کے اسلامی دینے کی خبر پڑھکر تمہیں حیرت کیوں۔

بے صبری

جس عورت کا کوئی عزیز فوت ہو جائے یا خاوند کا روزگار نہ رہے یا کوئی اور صدمہ پہنچ جائے تو اس سے صبر کی تلقین کرنے کیلئے غیر معمولی ہمت اور جرات درکار ہے پچھلے مہینے ایک نیک اور دین دار عورت کو اچانک خبر ملی کہ اس کا بچہ ایک حادثہ میں فوت ہوگیا ہے تو اس کو صحن میں جو اینٹ پتھر ہاتھ لگا اسکو اپنے سر پر مار مار کر اپنے تئیں لہولہان کر لیا سوچنے کا مقام ہے کہ اب ایسا کیوں ہو گیا ہے؟ کیا پہلی عورتوں کے پہلوں میں دل نہ تھا یا وہ ہمدردی رحم' محبت اور دوسرے انسانی جزبات سے عاری تھیں؟ ان میں وہ سب جذبات اور داعیات اسی طرح موجود تھے جیسے آجکل کی عورتوں میں پائے جاتے ہیں پھر ان کی سیرت اور ہماری سیرت میں یہ زمین و آسمان کا فرق کیوں پڑھ گیا؟

دراصل صبر ہو یا کوئی اخلاقی جوہر یہ خدا پر ہی ایمان

رکھنے سے پیدا ہوتے ہیں جوں جوں ایمان کمزور پڑتا جاتا ہے اخلاقی اوصاف بھی رخصت ہو جاتے ہیں خصوصاً صبر صحیح معنوں میں ایمان باللہ کے بغیر ناممکن ہے جس عورت کو یقین ہے کہ ہر چیز کا اصل مالک اللہ ہے اور اس نے مال اولاد اور دوسری نعمتیں صرف آزمائش کے لیے دے رکھی ہیں اس کو کسی چیز کے علاوہ ہو جانے پر رنج نہیں ہوگا۔ اللہ پر ایمان رکھنے والیوں کو یہ تقاضائے بشریت ایسے موقعہ پر صدمہ ہوتا بھی ہے تو وہ اس بے صبری کا اظہار کبھی نہیں کرتیں۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا واقعہ ہمارے لئے سبق آموز ہے ان کا بچہ بیمار تھا۔ خاوند کو کسی کام کے لیے باہر جانا پڑا واپس آئے تو پوچھا بچے کا کیا حال ہے؟ کہنے لگیں پہلے سے آرام ہے اس کے بعد کھانا حاضر کیا اور سو گئے جب آدھی رات ہوئی تو خاوند سے پوچھا کہ اگر ہمارے پاس کسی کی امانت ہو اور ہم سے وہ مانگ لے تو ہمیں برا ماننا چاہیے یا نہیں؟ ان

کے خاوند ابو طلحہ نے جواب دیا اس میں برا ماننے کی کونسی بات ہے ام سلیم نے کہا اب بیٹے پر صبر کیجئے وہ اللہ نے واپس لے لیا ہے۔

غور کرو۔ کیا ام سلیم عورت اور ماں نہ تھیں انہیں اپنے بچے سے نفرت تھی کہ اس کی میت گھر میں رکھ کر خاوند کو اتنے توقف کے بعد یہ اطلاع اس طرح سے دی؟ انہیں اپنے بچے سے اتنی ہی محبت تھی جتنی کہ ایک نیک ماں کو اپنے بچے سے ہو سکتی ہے۔ جو چیز انہیں اپنے بچے سے عزیز تھی وہ یہی ایمان اور اسلام تھا۔ ان سے بھی زیادہ حیرت انگیز اور ہماری آنکھیں کھولنے والا حضرت خنساء کا واقعہ ہے آپ عرب میں چوٹی کی شاعرہ تھیں اسلام قبول کرنے سے پہلے ان کے بھائی صخر کا انتقال ہو گیا وہ اس کے غم میں دیوانی ہو گئیں دن رات ماتم اور مرثیے کرتیں گویا بھائی کی یاد صبح و شام کسی وقت بھی محو نہ ہوتی تھی۔ سال بھر ان کی یہیں کیفیت رہی

لیکن جب اس خاتون نے اسلام قبول کر لیا حالت یکسر بدل گئی جنگ قادسیہ میں اپنے بیٹوں کو جہاد کے لیے خود لے کر گئیں اور جب چاروں جگر گوشے اس جنگ میں شہید ہو گئے تو ماتم کرنے کے بجائے حضرت خنساء نے بے اختیار فرمایا اس خدا کا شکر ہے جس نے مجھے ان کی شہادت سے عزت بخشی۔

دیکھ لیجئے جب تک خدا کو اپنا اور اپنی سب چیزوں کا اصل مالک تسلیم نہ کیا تھا تو بھائی کے غم میں کھانا' پینا اور سونا حرام ہو گیا تھا لیکن جب اپنے اصل مالک کو پہچان لیا تو بیک وقت چار بیٹوں کی جدائی پر بھی کوئی کلمہ شکایت منہ سے نہ نکلا یہی حال دوسری مومن عورتوں کا ملتا ہے اب مسلمان عورتوں نے خدا کو اپنا اصل مالک اور مستقل سہارا سمجھنے کی بجائے اپنے مال' اولاد خاوند' باپ' بیٹوں کو اپنی زندگیوں کا سہارا سمجھ لیا ہے۔ اس لئے جب ان میں کسی کو آنچ آتی ہے تو تڑپ اٹھتی ہے اور سارے کام کاج چھوڑ کر غم اور خداتعالٰی کی

ناشکری کو اپنا شغل بنا لیتی ہیں پہلی عورتوں کو یوم حساب کا ڈر
تھا انہیں دوسروں کو دنیا سے رخصت ہوتے دیکھ کر یہ خیال
آتا تھا کہ ہم پر یہ وقت ضرور آیگا اس کی کچھ تیاری کر لیں
اور اب تک جن فرائض کو ادا کرنے میں غفلت ہوئی انہیں
ادا کرنا شروع کر دیں وہ آج کی مسلمان عورتوں کی طرح نہیں
تھیں جو الٹا بے صبری سے دیکھ کر اپنی عاقبت خراب کر لیتی
ہیں ان نادان عورتوں کو اگر معلوم ہو جائے کہ ہر جاندار کا
مستقل سہارا خداوند کریم ہے جو ہمیشہ قائم و دائم ہے اور رہے
گا۔ وہ ہمیں ایسے ذرائع سے آرام و آسائش پہنچا سکتا ہے جن
کا ہمیں گمان تک نہیں تو وہ ایسی بے صبری نہ دیکھائیں اور
اگر وہ مرنے کے بعد دوسری زندگی کی قائل ہوں تو ہر تکلیف
کو عارضی سمجھ کر برداشت کر لیں پہلی مسلمان عورتیں ان دو
ہتھیاروں سے مسلح تھیں اس لیے وہ وقت پڑھنے پر صبر و
استقامت کے جوہر دیکھا گئیں کہ قیامت تک لوگ حیران

ہوتے رہیں گے۔ وہ ہتھیار کیا تھے یہی ایمان باللّٰہ ایمان بالیوم آلاخر۔

ذہانت

ہمارے پیش نظر ایک عام و سالم ذہن والا انسان ہے۔ لیکن دیکھا گیا ہے کہ اکثر لوگ زندگی کے واقعات پر پوری طرح غور و فکر نہیں کرتے وہ زندگی کے تجربات سے صرف تھوڑا سا حصہ لیکر ہی مطمئن ہو جاتے ہیں لیکن جو شخص چاق و چوبند ہے وہ زندگی کے مسائل پر نہایت سمجھداری سے غور کرنا چاہتا ہے تجربات سے بیش از بیش فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اس کے لیے زندگی بھرپور ہے اور اس کے اپنے تجربات دلچسپ ہیں۔ خوابیدہ یا وہ انسان جو حالات سے آنکھیں بند کیے رہتا ہے اس کے لئے زندگی کچھ بھی نہیں کند

ذہن اور کم ذہانت رکھنے والا انسان زندگی کا صرف ایک حصہ دیکھ سکتا ہے لیکن غور و فکر کرنے والے کے لیے زندگی کے خزانے بھرے پڑے ہیں یہ کتنا مناسب اور صحیح ہے کہ دنیا مختلف نہیں بلکہ وہ لوگ مختلف ہیں جو اسے دیکھتے ہیں اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ ہم اپنی دنیا آپ بناتے ہیں اسکی تعمیرو تشکیل کاسارا انحصار ہمارے ذہن کی ترو تازگی اور قوت حیات پر ہے۔ ہم چیزوں کو دیکھتے ہیں ہمارے اندر بس اتنی ہی طاقت ہے ہمارے اندر تو بے پناہ قوت موجود ہے مگر ہم نے اس سے کبھی کام نہیں لیا۔

جب کسی چیز یا بات سے آگاہی ہو تو اس میں دلچسپی لیجئے پھر بہت آسانی سے اس کا علم حاصل ہونے لگے گا اگر وہ فطری اور جلد حاصل ہونے والی ہے تو بہت ہی اچھا ہو گا۔ لیکن بعض حالتوں میں یہ دور سے لانی پڑتی ہے اور اس کا تعلق خیال سے زیادہ ہوتا ہے اس کی مثال اس طالب علم سے

دی جاسکتی ہے جو عربی زبان پڑھنا چاہتا ہے لیکن جب وہ قواعد کے اصول دیکھتا ہے تو گردانوں سے گھبرا اٹھتا ہے اور اسے اس زبان سے کوئی دلچسپی باقی نہیں رہتی اگر اس طالب علم کے ذہن میں یہ خیال پوری طرح سے بیٹھا دیا جائے کہ یہ زبان ایسے لوگوں کی ہے جنہوں نے ایک وقت میں ساری دنیا کو تہذیب و تمدن کی تعلیم دی۔ آج کے بہت سے مضامین اسی زبان سے اخذ کئے گئے ہیں۔ خدا تعالٰی کی کتاب (قرآن مجید) اسی زبان میں ہے۔ دنیا کے سب بڑے پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اسی زبان میں کلام کیا کرتے تھے۔ تو اس کی کھوئی ہوئی دلچسپی واپس آجائے گی اور بڑے شوق سے اس زبان کو پڑھنے لگے گا۔ کام خواہ کتنا ہی دشوار اور کٹھن کیوں نہ ہو لیکن جونہی کسی نے انہماک دکھایا اور بڑے شوق سے اس میں لگ گیا تو پھر دشوار اور کٹھن نہیں رہتا ہم جو کچھ بھی کرتے ہیں اسی سے ہماری دنیا کی تشکیل ہوتی ہے لہذا آپکو اپنی ہی بنائی ہوئی

دنیا میں رہنا ہوگا۔

ہمارے جسم کا جو بھی حصہ بیکار رہے وہ ناکارہ ہو جاتا ہے یہی حال حافظہ کا ہے۔ امیری یا غریبی کا دارومدار ہمارے ذہن اور سوچ پر منحصر ہوتا ہے جیسا ہم سمجھ لیں گے ویسا ہی ہوگا۔ اگر ہم زندوں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں ہماری دلچسپایاں بڑھتی ہیں ایسی حالت میں ہماری دنیا بڑی وسیع اور نعمتوں سے بھرپور ہوگی صرف ذہن کا اپنا رویہ ہے جس طرح وہ سوچے گا ایسا ہی پائے گا۔ اگر آپ کا دامن تنگ ہے تو اسے فراخ کیجئے پھیلا دیجئے۔ جتنے آپکے تجربات زیادہ ہوں گے زندگی اتنی ہی علم سے مالا مال ہوگی۔ یہ صرف ذہن ہی ہے جو انسان کو اچھا یا برا بناتا ہے اس کے دروازے سے دولتیں نچھاور ہوتی ہیں جب دروازہ بند ہو تو انسان در بدر کی خاک اور ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے ہم نے دلچسپی کا ذکر کیا تھا اس کے بغیر زندگی ایک بے جان حقیقت رہ جاتی ہے۔

انسانی زندگی میں عقل اور جذبات کا بھی بڑا دخل ہے۔
عقل اور جذبات کا امتزاج صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کر سکتا ہے۔ جذبات کو دبانا اتنا ہی برا ہے جتنا ان کو کھلا چھوڑ دینا ہے۔ میانہ روی زندگی کا بہترین اصول ہے۔ جذبات پر قابو رہے تو انسانیت بلندیوں پر جا پہنچتی ہے۔ جذبات کی رہنمائی کے لئے ذہانت سے مدد لینا کامیابی کو یقینی بنا دیتا ہے۔ ایک اصول کو مد نظر رکھیں کہ جذبے کو عقل کے تابع رکھیں۔ جذبے محض سوچنے سے ختم نہیں ہوتے اور نہ ہم کوشش کے باوجود اسے ذہن سے نکال کر پھینک سکتے ہیں جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ ہمیشہ ناکام رہتے ہیں۔ اچھے لوگوں کے کارنامے اور کامیاب انسانوں کی داستانیں آپ کے جذبے اوز ارادوں مین تقویت پیدا کر سکتی ہیں۔ جذبات کی روشنی مین وہ صفات آپ کے اندر بھی پیدا ہو جائیں گی۔ اسی لئے جب ہم جذبے کو اپنے اندر پیدا کرنا چاہئیں تو اس طرح عمل کرنے لگیں جیسے

وہ خوبی ہمارے اندر موجود ہے اس کے لیے مشق درکار ہے۔

فرض کیجئے آپ کی طبیعت ناساز ہے ایسی حالت میں آپ کوشش کریں جو بھی سامنے آئے اس سے خندہ پیشانی سے گفتگو کریں یہ نہ دیکھیں کہ وہ کون ہے۔ آپ کا نوکر ہی سہی صرف مسکرا کر چند الفاظ آپ کے موڈ کو بدل دیں گے۔

اب ہم ذہانت کے آخری حصے پر آتے ہیں۔ یہ ارادہ کرنا بالکل ایک طبعی فعل ہے کہ آرادہ بالکل ویسا ہی ایک طبعی فعل ہے جیسے کہ سوچنا اور محسوس کرنا۔ آرادہ انسان کی بہت بڑی خصوصیت ہے حیوان بھی کسی حد تک سوچتے ہیں وہ محسوس بھی کرتے ہیں لیکن ان میں آرادہ اول ہوتا ہی نہیں اور اگر ہوتا ہے تو برائے نام وہ ہیجانی طور پر فعل کرتے ہیں بچے میں بھی آرادہ بہت کم ہوتا ہے وہ بھی زیادہ تر ہیجان کی وجہ سے کام کرتا ہے لیکن عمر کے ساتھ ساتھ آرادہ بھی بڑھتا ہے جو جوان ہو کر ہیجان کو روک سکتے ہیں۔ انسان جتنا بھی

آرادے کو مضبوط کرنگے گے اسی قدر اس میں پورے ہونے میں کامیاب ہونگے۔ موقع کے مطابق آرادے کا استعمال کرنا چاہئے ایک شخص پھلوں کی دکان کے سامنے کھڑے ہو کر آرادہ باندھنے لگے کہ وہ کیا خریدے اور یہ آرادہ کرتے کرتے کافی وقت صرف کردے تو یہ آرادہ نہیں حماقت ہو گی۔

اگر آپ غور و فکر کر کے ایک کام کے متعلق فیصلہ کر لیتی ہیں اور جذبات کو بھی عمل میں لاتی ہیں تو اس سے آپ کا آرادہ اور زیادہ بہتر ہو جائے گا۔ کردار یہیں سے پیدا ہوتا ہے مستقل اور با اصول ہونا کردار کی جان ہے ایسا شخص جو کام کرے گا وہ نہایت محکم ہو گا لوگ ایسے شخص پر اعتماد کریں گے وہ بااصول کہلائے گی ایک نیک اور صالح انسان کبھی بری بات نہیں کریگا کیونکہ اس کا آرادہ خودبخود طہارت اور نیکی کی طرف رواں ہو جاتا ہے۔

آرادے کی نشوونما کے لیے دو اصول بہت کارگر ہونگے

ان میں پہلا یہ ہے کہ کبھی کبھی تمام زندگی کے راستے سے ہٹ کر قوت ارادہ کو کام میں لانے کی کوشش کیا کریں۔ اگر آپ پان کی عادی ہیں روزمرہ کھاتی ہیں تو مہینے میں دو ایک بار دن بھر نہ کھایئے کوشش کر کے اس میں کامیابی حاصل کیجئے یہ ارادے کی مشق ہوگی اس سے ارادہ مضبوط ہو گا۔ دوسرا اصول یہ ہے کہ جب ایک ارادہ کر لیا جائے تو پھر اس پر عمل کرنا چاہئے اس میں ڈھیل دینا ارادے کو کمزور کرنا ہے۔ ارادہ کرتے وقت خوب سوچ بچار کر لیا جائے۔ لیکن ارادہ کرنے کے بعد لیت و لعل کرنا کسی صورت میں بھی درست نہیں اگر ایسا کرنے میں آپ غلط بھی ہوں تو حرج نہیں واویلا کرنے کی بجائے دوبارہ عمل پیرا ہونا زیادہ بہتر ہو گا۔ ماضی کا ماتم کسی حال میں بھی مفید نہیں ہوتا غلطی تجربے کا کام دیتی ہے تاکہ آئندہ آپ صحیح چلیں اگر آپ سوچ سمجھ کر دیانت داری اور اخلاص سے ارادہ کرتی ہیں اور حالات کے بدل جانے سے وہ

آرادہ غلط ثابت ہوتا ہے تو اس کی پرواہ نہ کیجئے جہاں آپ کا تعلق تھا آپ نے سرانجام دیا اب نتیجے کو خدا پر چھوڑ دیجئے اپنے ارادے میں جرات دکھایئے جب ایک بار ارادہ ہو جائے تو اسے عمل میں لانے کی ہر ممکن کوشش کیجئے۔

تربیت

تربیت کے سلسلے میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ دوران تعلیم لڑکیاں کس کی تربیت کا زیادہ اثر قبول کرتی ہیں۔ ماں کا یا استانی کا۔ لڑکیوں کے موجودہ بگاڑ کی ذمہ داری ناقص تعلیم اور ان کی استانیوں کی غلط تربیت اور ماؤں کی لاپرواہی یا غیر ذمہ داری ہے۔

استانیوں کا کہنا ہے کہ اول تو اسکولوں مین جو کچھ ہو رہا ہے وہ ٹھیک ہے اور کچھ نقائص ہیں تو انہیں دور کرنے سے

کامیابی نہ ہوگی۔ خرابی جو کچھ ہے وہ ماؤں کی طرف سے ہے۔ اگر اسکولوں میں سو فی صد صحیح تعلیم و تربیت بھی دی جائے تو غلط اثرات کا کیا علاج کیا جائے۔ اگر ماؤں سے اس کا ذکر کیا جائے تو وہ فرماتی ہیں کہ گھروں کو خواہ کیسا ہی نمونہ بنا ڈالا جائے کہ ان بیماریوں کو کیسے دور کیا جائے جو لڑکیاں اسکولوں سے اپنے ساتھ لے آتی ہیں۔ اگر مائیں بچوں کی غلط تربیت کا سارا الزام استانیوں کے سر تھوپ کر اور استانیاں سب خرابیوں کو ماؤں کی ذمہ دار قرار دیکر اسی طرح بے فکر رہیں اور لڑکیوں کی زندگی دن بدن زیادہ تباہ ہوتی جائے گی اور یہ حقیقت ہے کہ ماں اور معلم دونوں لڑکیوں پر اثر انداز ہوتی ہیں جو جتنی زیادہ حق شناس دور اندیش اور بااصول ہو گی اس کا اثر اتنا ہی گہرا اور پائیدار ہو گا۔ ایسا دکھائی دیتا ہے جو ماں یا استانی اپنے لباس اور آرائش میں امیروں اور وزیروں کی بیگمات یا فلم ایکٹرسوں کی جتنی زیادہ نقالیاں کرتی ہیں لہذا لڑکیاں اسی کی

پیروی کرتی ہیں اس صورت حال کو سرسری نگاہ سے دیکھ کر
عام دین دار قسم کے لوگ اتنا کہہ کر مطمئن ہو جاتے ہیں کہ
انسان بدی کی طرف جلدی اور نیکی کی طرف دیر سے مائل
ہوتا ہے۔

یہ بالکل فطری بات ہے۔ کوئی لڑکی کسی بے پردہ اور
آزاد خیال عورت کی اس لئے تقلید نہیں کرتی کہ وہ اس کی
ماں یا استانی ہے بلکہ وہ جلد آرادہ اس لئے اس طرف کھینچتی
ہے کہ اس وقت قوموں اور ملکوں کی باگ ڈور جن لوگوں کے
ہاتھ میں ہے ان کی عورتوں کے طور طریقے یہی ہیں ان کے
پسندیدہ طور طریقوں کا رعب اور غلبہ ہر ملک میں پایا جاتا ہے
ان کے بنائے ہوئے حرام مثلاً" بے حیائی اور بدکاری کو کوئی
ایک سلطنت بھی اپنی حدود میں حرام قرار نہیں دیتی۔ اگر کسی
ملک میں بھی ارکان حکومت اسلامی فرائض مثلاً" نماز' روزہ' حج
اور زکوۃ کو سرکاری ڈیوٹی کی طرح سمجھیں تو سود' شراب'

قماربازی بے پردگی اور بے حیائی کی جسارت کرنے والا فاترالعقل ہو

چنانچہ جو ماں یا استانی نیکی کی تلقین نہیں کرتی یا خود حدود اللہ کی پابندی نہیں کرتیں تو وہ ذہنی لحاظ سے بیمار ہے اس کا علاج ہونا چاہیئے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا کیا جائے۔ جو استانیاں یا مائیں اپنی حد تک لڑکیوں کو نیک بنانے کی کوشش کر رہی ہیں وہ اس لئے ہمت ہار کر بیٹھ جائیں کہ جب تک قوموں کی باگ ڈور نیک لوگوں کے ہاتھ میں نہیں آجاتی ان کی کوشش فضول ہے؟ ہمت ہارنا اور اصلاح سے مایوس ہونا کافروں کا شیوہ ہے۔ مسلمانوں کا نہیں۔ بچوں کے دلوں میں جو عزت اور محبت نیک ماں اور استانی کی ہوا کرتی ہے وہ ایک عیش پرست اور مغربیت کی دلدادہ عورت کی کبھی نہیں ہو سکتی انسان جذبات سے مغلوب ہو کر غیر شعوری طور پر خواہ بدی کا کتنا ہی مظاہرہ کر جائے لیکن وہ شعور سے برائی کو

کبھی پسند نہیں کر سکتا بعض خواتین علم و ہنر کی قدر دانی کا دعوہ تو کرتی ہیں لیکن قرآن و حدیث کے مطالعہ کے قریب کبھی نہیں پھٹکتیں اگر کبھی کچھ مطالعہ کرتی ہیں تو اس لئے نہیں کہ اسلام ہر الجھن کا حل پیش کرتا ہے بلکہ صرف اس لئے کہ قرآن و حدیث سے ان تمام گمراہیوں کی تائید تلاش کی جائے جن میں ترقی یافتہ قومیں مبتلا ہیں۔

ترغیب

خط

امید ہے کہ اب تم شادی کی تقریب اور دل کی خوشی سے فارغ ہو چکی ہو گی اور گھر کی فضا اعتدال پر آگئی ہو گی۔ میرا تقریب میں شریک نہ ہونا ایک مجبوری ہے جس کا تمہیں ملال ہے اس کی تلافی انہی ہمدردانہ تاثرات کی وضاحت سے

کرنا چاہتی ہوں جس کا اظہار میں شادی سے پہلے بھی کر چکی ہوں مگر اس وقت تم میرے مشورے قبول نہ کر سکیں اور غالباً دل کا خمار اتر چکا ہو گا۔ دوران تقریب کا نفع نقصان' راحت و اذیت' رنج و خوشی' محنت اور حاصل محنت کا تخمینہ ذہن نے ترتیب دے لیا ہو گا۔ خدا کرے اب تمہارے دماغ میں احکام شریعت کی خوبیاں جگہ پا سکیں۔ لیکن تمہارے یہاں کی شہنائی بینڈ آتشبازی بھانڈوں کے ہنگامے نمائش روشنی ریکارڈنگ اور دلہن کے اعلیٰ قسم کے لباسوں اور زیورات کی نمائش وغیرہ سے مہمانوں کے دلوں میں شیطانی ترغیبات قبول کرنے کے جتنے بھی ولولے پیدا ہوئے ہوں گے ان کی تلافی احسان نہیں۔

ظاہر ہے کہ صاحب ثروت لوگوں کے علاوہ کتنے ہی غریب لوگ بھی ایسی ہی تقریبیں منانے کے آرزو مند ہونگے اور اس آرزو کا بیج تمہارے لگائے ہوئے گناہوں کے باغ سے

حاصل کیا گیا ہے۔ اس لئے تم کو صرف اپنی نا فرمانی کی پرسش کا بار نہیں ہے تمہارے باغ کی بہار لوٹنے والوں کی گمراہی کا بھی ہے۔ میں نے تم کو منکرات سے باز رکھنا چاہا تھا تو تم نے میری ہر دلیل کو ایک ہی طرح کے جوابوں سے رد کر دیا تھا۔ یعنی یہ تو میرے دل کی خوشی ہے میرے عزیزوں کے ارمان ہیں۔ کوئی نئی بات تو نہیں۔ سبھی ایسا کرتے ہیں بعد میں توبہ کرلیں گے اللہ غفور الرحیم ہے۔

اب تم اپنے تجربات کی روشنی میں غور کرو کہ تم کو وہ مقصد کہاں تک حاصل ہوا جس کے لئے تم نے خدا تعالٰی کی نافرمانی کی مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے عزیز مہمانوں کی آپس میں کشیدگی نے تمہیں ہمہ وقت اس طرح رکھا کہ تم کسی چیز سے بھی حسب خواہش لطف اندوز نہ ہو سکیں۔ سارا وقت ایک کو منا کر دوسرے کو بگاڑتی رہیں گویا مینڈک تول رہی تھیں ایک کو پلڑے میں رکھتی تھیں اور دوسرا اچک جاتا تھا۔

تمہاری بڑی بڑی خاطریں چھوٹی چھوٹی کوتاہیوں نے خاک میں ملا دیں۔ یہ صورت حال صرف تمہارے باعث تکلیف نہیں ہوئی ہم سب کے لیے سبق آموز ہے میری عزیزہ ذرہ غور تو کرو جب انسان مالک کائنات کی بھیجی ہوئی ہدایت اور اس کو احسان ترین صورت میں پیش کرنے والے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے سے منہ موڑ کر اپنے دل کی خوشی کے دستبردار کیوں ہو۔ برائیاں پھیلنے اور بڑھنے کے یہی تو اسباب ہیں کہ اللہ کی ہدایت پر دل کی خوشی کو مقدم کر لیا جائے ایسی صورت میں نیکی بدی نفع اور نقصان کا کوئی معیار باقی نہیں۔

امانت دار کا دل نہیں چاہتا کہ امانت واپس کرے وہ اپنے تصرف میں لا کر دل کو خوش کرنا چاہتا ہے۔ بیوی کو شوہر کی اطاعت کی پابندیاں مرغوب نہیں شوہر فرائض شوہریت ادا کرنے پر مائل نہیں۔ ملازم بے ایمانی میں اپنا نفع دیکھتا ہے بیمار بد پرہیزی پر راغب ہے کیا تم ان سب کو اپنے دل کی

خوشی پوری کرنے کی اجازت دے سکتی ہو۔ غالباً ایسا نہیں کر سکتیں۔ یہ سب بے لگام خوشی کے لیے ہو رہا ہے غلط روی کا نقصان ظاہر ہونے میں دیر تو ہو سکتی ہے لیکن اس سے چھٹکارہ نا ممکن ہے یہ سب لکھنے سے میرا مقصد تمہارا دل دکھانا نہیں ہے صرف غلط روی کا احساس پیدا کرنا ہے اگر تمہارے دل میں احساس پشیمانی پیدا ہوگیا ہو تو نمایاں طور اس کا اظہار بھی کرو تاکہ جو لگ شیطانی ترغیبات سے دامن بھر چکے ہیں ان کے لیے تمہارے پچتاوے مفید ہو سکیں۔

تعمیر معاشرہ

یہ ناممکن ہے کہ کوئی معاشرہ عورت کی کوشش اور دخل و اثر کے بغیر بن یا بگڑ سکے مردوں عورتوں کی تعداد تو تقریباً ہر زمانے میں برابر رہی ہے اور بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ عورت کمزور ہے اور مرد طاقتور اس لئے جب مرد و عورت مل جل کر رہتے ہیں تو مرد کی مرضی پوری ہو کر رہتی ہے اور عورت کو مرد کے تابع رہنا پڑتا ہے لیکن حالات کو ذرہ گہری نگاہ سے دیکھا جائے تو معاملہ برعکس ہے مرد باوجود طاقتور ہونے کے ہر معاملہ میں بالکل بے بس ہے جب تک یہ کمزور مخلوق اپنا دلی تعاون پیش نہ کردے گویا مرد کی مرضی نہیں بلکہ عورت کی سب سے بڑی خواہش پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے وہ سب پر چھا جاتی ہے۔

عورت میں سختی کے بجائے لچک ہے اور ظاہر ہے کہ سخت چیزیں ٹوٹ جاتی ہیں لیکن لچک دار چیزیں عارضی طور پر جھک تو جاتی ہیں لیکن ٹوٹتی نہیں۔ آپ نے دیکھ لیا فرعون باوجود فرعون ہونے کے حضرت آسیہؓ کو اپنی راہ سے نہ روک سکا بلکہ خود لاؤ لشکر سمیت غرق ہوگیا حضرت خدیجہ الکبریٰؓ نے جب اپنی خوشی سے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیکی اور پرہیز گاری کو قبول فرما لیا تو قوم اور خاندان کی مخالفت یا اپنے تمدن یا معاشی مرتبہ کا خیال ان کی راہ میں مزاحم نہ ہو سکا اس طرح کوئی عورت اگر بگاڑ پر تل جائے تو پیغمبر تک اس کی اصلاح نہیں کر سکتے۔ حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام کی بیویوں نے غلط منصوبے باندھے اور غرق ہونے تک انہیں پر اڑی رہیں۔

جب کسی قوم کے بھلے دن آتے ہیں تو اس کی عورتیں خدا پرست بن جاتی ہیں اور بالآخر مردوں کو بھی ویسا ہی بنا کر

چھوڑتی ہیں اور جب کسی سوسائٹی کا زوال شروع ہوتا ہے تو اس کی عورتیں خدا کی بجائے ادنیٰ چیزوں کی پرستش شروع کر دیتی ہیں جب عورت کا دل دنیا میں لگ جائے تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ اپنے شوہر بچوں اور دوسرے مددگاروں کو بھی حصول دنیا میں مشغول نہ کر دے اور جب کسی عورت کو آخرت کی فکر گھیر لے تو کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے عزیزوں اور اپنے جگر گوشوں کو اپنی اس فکر میں شریک نہ کرے اور جب اسے دوزخ جیسی خوفناک چیز کا یقین ہو جائے کہ وہ دیکھ رہی ہو کہ اس کے بچے شوہر باپ بھائی اس کی طرف اندھا دھند لپک رہے ہیں اور اس میں گرنے کے بالکل قریب ہیں تو وہ کیسے چپ بیٹھ سکتی ہے۔ وہ یہ کیسے گوارہ کر سکتی ہے کہ جن جسموں کو لذیز کھانوں عمدہ لباسوں سے آرام پہنچاتی اور پالتی رہی ہو وہ جسم دوزخ میں جلنے کی تیاریاں کرنے لگیں اور پھر اس کی نظروں کے سامنے؟ عورت مرد سے بڑھ کر دور

اندیش ہوتی ہے اور وہ ہر چیز کی ذمہ دار ہوتی ہے کسی وقت بھی آرام سے نہیں بیٹھ سکتی۔ عورت کی فطرت میں شامل ہے کہ وہ سب کا غم کھائے اور سب کو سکھ پہنچائے۔

آپ دیکھتے نہیں آج کل عورت ہی تو ہے جو مادہ پرستی کی سب سے بڑی مبلغ بنی ہوئی ہے اور علی الاعلان مادہ پرستی پر باپ' بھائی' شوہر' بچوں اور دور و نزدیک کے سب رشتے داروں' پڑوسیوں اور ملنے والوں کو آمادہ کر رہی ہے عورت کی زبان تو مشہور ہے کہ کسی وقت بھی بیکار نہیں رہتی۔ بس جو چیز دل کو اچھی لگے اس کے گن گاتی رہے گی۔ پھر ماں کا راگ بچوں کا راگ ہوگا اور بچوں کا راگ پوری قوم کا راگ ہوگا۔ آپ کی آنکھوں کے سامنے ظلم و بے انصافی کی کوئی حد نہیں رہی۔ غریب بھوکے مر رہے ہیں اور سرداران قوم اپنے عیش میں مست ہیں۔ عورتوں اور مردوں کو جو کچھ دیکھنا حرام تھا آپکے فرزندان ارجمند اور دختران نیک اطوار پیسے خرچ کر

کے وہ کچھ دیکھ رہی ہیں جو کچھ سننا ممنوع تھا۔ یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے؟ کیا صرف اسی لئے کہ مرد نے ایسا کرنا چاہا؟ ہرگز نہیں عورت نے خود ایسا کرنے کی اجازت اور بسا اوقات حکم دیا تب ایسا ہو سکا۔ اب عورت ہی اپنا رخ پلٹے گی۔ اپنا قبلہ بدلے گی' لندن اور نیویارک' اور ماسکو کی لیڈ ران کی آندھی تقلید کی بجائے مدینہ منورہ کی ان رہنما خواتین کی پیروی اختیار کرے گی جن کو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تربیت دی تھی تو قوم کی حالت بدل سکے گی ورنہ نہیں۔

جو معاشرہ آنے والی نسلوں کی غلط تربیت کرتا ہو اس کی تباہی ایک یقینی بات ہے اسلام کی نظر میں یہ انتہائی اہم کام ہے جو لوگ اللہ کو اپنا رب مان لیں اور اس کی ہدایت کو اپنی زندگی کا قانون تسلیم کر لیں ان پر لازم ہے کہ وہ اپنے بعد آنے والی نسلوں کو اس حقیقت سے پوری طرح آگاہ کریں اور ان کی پرورش اس طرح کریں کہ یہ باتیں ان کے اندر رچ

بس جائیں۔ بچوں کی تربیت کی ذمہ داری خاص طور پر عورتوں پر عائد ہوتی ہے بہت سی عورتوں کو ذہنوں میں تربیت کا مفہوم اتنا ہی ہوتا ہے کہ بچے کو سکھایا اور پڑھایا جائے صرف ایسا نہیں ہے بچے کی خاطر آپکو اپنا مزاج بھی بدلنا ہوگا۔ غصے کی بات چیت چھوٹوں کے ساتھ حقارت کا برتاؤ۔ بدزبانی' نوکروں کے ساتھ سخت کلامی بات بات پر چڑاچڑاپن اور سب سے زیادہ خود بچے کے ساتھ بد مزاجی کا برتاؤ۔ یہ سب باتیں بچے کی اخلاقی تربیت کے لیے زہر ہیں یوں سمجھئے کہ بچے کی خاطر خود اپنے آپ کو بدلنا ہوگا قدم قدم پر اپنے ہر کام کی نگرانی کرنی ہوگی۔ بچے کو جھوٹ کی عادت نہ پڑے اس لئے بڑی بڑی نصیحتیں اور ہر وقت کی تنبھیہ اور نگرانی کام نہ دے گی۔ بلکہ آپ کو ہر موقع پر ثبوت دینا پڑے گا کہ یہ بالکل جھوٹ نہیں بولتے۔

اس کے بعد آپ اس کے دل میں خدا کا تصور اس کے

خالق اور مالک ہونے پر ایمان اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کا تعارف ان کی عظمت اور بڑائی کا صحیح تصور۔ انبیاء علیہم السلام کی باتیں ان کے کام کی اسلامی تاریخ میں ہدایت قبول کرنے اور گمراہی اختیار کرنے کی نتائج آپ بڑی آسانی سے ہلکی پھلکی باتوں کے ذریعے ان کے دلوں میں اتار سکتی ہیں۔ بزرگان دین کی زندگی کے صحیح واقعات اسلام کی خاطر جینے اور مرنے کی جدوجہد کی داستانیں سنا کر آپ ان کے دلوں کو بڑی آسانی سے گرما سکتی ہے۔ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ثواب کا تصور آخرت کی کامیابی کے دھن غرض یہ کہ اسلامی انقلاب کی مکمل روح جس آسانی سے آپ انکے دلوں میں پیدا کر سکتی ہیں وہ کسی اور طرح ممکن نہیں

کوتاہی

اکثر عورتیں سوچتی ہیں کہ کوئی چیز ضائع نہ ہو۔ دیگچی اتارنے کے بعد پہلا کام آگ بجانا ہوتا ہے لیمپ اور پنکھا ضرورت کے بعد فورا بند کر دیا جاتا ہے۔ بستر کپڑے برتن گھر کی ایک ایک چیز ہے بچانے کی انتہائی کوشش کی جاتی ہے اور یہ کوشش کچھ معیوب بھی نہیں بلکہ اللہ نے اس کو قرآن میں سراہا ہے۔ لیکن ایک چیز جو ہمارے گھروں کو روح اور دنیا کی سب سے قیمتی شے ہے اس کا نقصان دن رات ہمارے سامنے ہو رہا ہے اور ہمیں اس کو بچانے کی کوئی فکر نہیں حالانکہ ہماری عزت ہماری راحت اور ہمارے حقوق کا سارا دارومدار اسی پر ہے۔ وہ کیا چیز ہے وہ ہمارا دین ہے اگر ہمارے گھر میں دین کے اصول کے رائج نہیں ہونگے تو ہمیں سچی خوشی اور اطمینان کبھی نصیب نہیں ہوگا۔ اگر دوکاندار انہیں دھوکہ دیتا ہے تو وہ بھی اس لئے کہ اسے آخرت کا یقین نہیں جیسا کہ

مسلمان کو ہونا چاہیے۔ اگر نوکر چاکر کام چوری اور خیانت کرتے ہیں تو وہ بھی اس لئے کہ بچارے نہیں جانتے کہ ایک دن انہیں سب کچھ جاننے والے کے سامنے پیش ہو کر حساب دینا ہے۔

جب ساری مشکلات بے دینی کی وجہ سے ہیں تو ہمیں چاہیے اس دین کے اصول اپنے قول و عمل سے اس طرح حفاظت کریں جس طرح گھر کی چیزوں کی کرتی ہیں لیکن افسوس ہے کہ مصیبت زدہ عورتیں بھی دین کی طرف توجہ نہیں دیتیں۔ اگر گھر کو کسی نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو تو وہ چین سے نہیں بیٹھے گی خود اٹھے گی اور دوسروں کو اٹھائے گی اور ان کو نقصان سے بچانے کی پوری کوشش کرے گی۔ در اصل مسلمان عورتوں کو اسلام سے وہ تعلق ہی نہیں جو انہیں اپنے گھر سے ہے۔ ان کے نزدیک اسلام کی اتنی قیمت بھی نہیں رہی جتنی ایک مٹی کے پیالے کی ہے۔

دن میں کتنی مرتبہ وہ بچوں۔ ہمسایوں' شوہروں کے سامنے جھوٹ بولتی ہیں اگر ایک دفعہ بھی جھوٹ بولنے کا انہیں اتنا افسوس ہو جائے جتنا ایک پائی کھو جانے کا تو یقیناً ان کی یہ عادت جاتی رہے۔ اگر ان کی آنکھوں کو بے حیائی کے مناظر سے اتنی تکلیف بھی ہو کہ جتنی معمولی دھوئیں سے تو آہستہ آہستہ یہ رنگ رنگینیاں اور بے پردگی بند ہو جائے۔ اگر ان کو حرام کمائی سے اتنی نفرت ہو جائے جتنی سڑے ہوئے کھانے سے تو بازاروں' دفتروں' کچہریوں اور منڈیوں میں رشوت' خیانات کام چوری اور ظلم و زیادتی کا خاتمہ ہو جائے۔

کیا کوئی عورت جان بوجھ کر اپنے کپڑوں کو آگ لگاتی ہے۔ گھروں کا سامان ضائع کرنے میں خود لگ جاتی ہیں؟ اگر ایسا نہیں تو پھر دین کے اصولوں کو وہ خود کیوں ضائع کر رہی ہیں؟ کیوں وہ دوسروں کو اس نقصان سے نہیں روکتیں؟ یقیناً دین گھر کے سارے سازو سامان' بلکہ ہماری جان سے بھی زیادہ

قیمتی ہے۔

سیدہ کا لال

علامہ راشدہ الخیری کی تصنیف' خون کے آنسو رلا دینے والی ہے۔ دنیا کا کوئی مسلمان ہے جس کی آنکھیں واقعہ کربلا کو پڑھ کر نمناک نہ ہوتی ہوں۔ حضرت امام حسینؓ کا حق کی حمایت کے لیے یوں ڈٹ جانا۔ یزید کا میدان کربلا میں حق کے شیدائیوں کو چن چن کر شہید کروانا یہ بھلا دینے والا واقعہ نہیں ہے۔ دنیا روتی ہے اور قیامت تک روتی رہے گی۔ مسلمان ان دنوں میں کیا کچھ کرتے ہیں۔ کہیں مسجدوں میں وظائف پڑھ کر انہیں ثواب پہنچاتے ہیں کہیں پھلوں اور مٹھائیوں کے تحائف انہیں بھیجتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں نے یہ سوچنے کی تکلیف گوارہ نہیں کی کہ حضرت امام حسینؓ کیوں کربلا میں

شہید ہوئے؟ یزید کے خلاف کیوں صف آراء ہوئے؟ کیا یزید مسلمان نہ تھا؟ کیا وہ ایک بہت بڑے صحابی کا بیٹا نہ تھا؟ اس کے ساتھی مسلمان نہ تھے؟

حضرت امام حسینؓ نے دنیا کی تمام جاہ و حشمت پر لات مار کر حق کی حمایت میں جان دے کر دنیا میں ایک مثال قائم کرنے کی کیوں سعی کی؟ اس کا جواب بہت تفصیل طلب ہے لیکن میں تمہیں مختصر طریقے سے سمجھاتا ہوں۔ تم جانتے ہو' اس ساری کائنات کا مالک اللہ ہے زمین و آسمان کا بادشاہ وہی ہے تو زمین پر بھی اس کی حکومت ہونی چاہیے۔ وہ چاہتا ہے زمین پر میرا ہی قانون چلے میرے بندے میرے احکام کے تحت زندگی بسر کریں۔ اس لئے خدا تعالٰی نے انسان کو خلیفہ کا خطاب دیا اس لئے مسلمانوں میں خلیفہ کا انتخاب اسی اصول کو مد نظر رکھ کر کیا جاتا رہا ہے کہ جو شخص علم و فضل اور تقوی کے لحاظ سے سب سے بڑھ کر ہو وہی امیر چن لیا جاتا ہے۔

یزید کے زمانے میں بہت سے صحابہ کرامؓ جو ایمان و
اسلام کے لحاظ سے بلند درجہ رکھتے تھے۔ انہیں چھوڑ کر یزید کا
انتخاب جو فسق و فجور میں ڈوبا ہوا تھا اسے خلیفہ کیا یہ صریح
اسلام سے مذاق نہیں تھا؟ اس چیز کو حضرت امام حسینؓ
برداشت نہ کر سکے اور یہاں تک کہ جان دیکر رہتی دنیا تک
کے لیے ایک مثال قائم کر دی۔ مسلمان کا شوہ ہے کہ جان
دے دو لیکن باطل کی حمایت نہ کرو۔ مسلمان ہر سال اس واقعہ
کی یاد تازہ کرتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ اگر ہم اس زمانے میں
ہوتے تو ایسا خونی واقعہ کبھی نہ ہونے دیتے۔ باطل کو حق پر
کبھی غالب نہ ہونے دیتے۔ نہ معلوم وہ کیسے مسلمان تھے جو
یزید کے ساتھ مل گئے وہ کتنے احمق تھے جنہوں نے چند روزہ
زندگی کے لیے اپنی عاقبت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تباہ و برباد کرلیا
قیامت تک کے لئے لوگوں کی لعنت اپنے اوپر مسلط کر لی۔ ہم
ان کی عقلوں کا ان کے مظالم کا ماتم کرتے ہیں لیکن کاش ہم

اپنے اعمال کا بھی محاسبہ کریں۔ آج دنیا کا چپہ چپہ میدان کربلا بنا ہوا ہے ہر جگہ حق و باطل کی کشمکش برپا ہے۔ کیا ہم نے کبھی یہ سوچا کہ ہم امام حسینؓ کے ساتھی ہیں یا یزید کے ؟

مجھے انتہائی رنج و غم سے اس حقیقت کا انکشاف کرنا پڑتا ہے کہ مسلمان زبان سے تو حضرت امام حسینؓ کے طرف دار ہیں لیکن عملاً یزید کے ساتھی۔ آج جو میدان کربلا بنا ہوا ہے اس سے کیوں ہچکچاتے ہیں کیوں نہیں کھل کر امام حسین کی طرفداری کرتے کیوں نہیں اپنی جان و مال کی بازی اس میں لگاتے۔ کیوں نہیں اپنی عقلوں کا ماتم کرتے؟ تمہارا صرف رونا ہی اسلام اور حضرت امام حسینؓ سے سچی محبت کا ثبوت نہیں اگر تمہیں فی الواقع ان سے محبت ہے تو وہی کرو جو انہوں نے کیا سب سے پہلے حق کو قائم کرو پھر اس کے بعد ساری دنیا کے یزیدوں کو مٹانے کا عزم کرو۔

میدان کربلا موجود ہے دیکھو یزدیوں کیا لشکر جرار ہر

طرح کے ہتھیاروں سے مسلح کھڑا ہے اور ان کے مقابلہ میں حضرت امام حسینؓ کے گنتی کے چند ساتھی کس قدر کمزور و ناتواں ان کے مقابلے کے لئے کھڑے ہیں۔ آؤ ان کا ساتھ دیں۔ اگر تم حضرت امام حسینؓ کی محبت کے دعوے میں سچے ہو تو اپنے اندر اتنی طاقت پیدا کرو کہ ان کے یہ باطل ہتھیار جو آج جگہ جگہ نظر آرہے ہیں بے اثر ہو کر رہ جائیں اٹھو، کمربستہ ہو جاؤ اللہ کی تائید و مدد تمہارے ساتھ ہے۔

نصر من اللہ و فتح و قریب

گھریلو جھگڑے

ہمارے گھروں کی چار دیواری کے اندر لڑائی کے محاذ قائم ہیں وہ امریکہ اور روس کی چپقلش سے کچھ کم درجہ نہیں رکھتے فرق صرف اتنا ہے کہ ان جھگڑوں کو ہم معمولی سمجھ کر

کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ ورنہ مشاہدہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات تو ایسے جھگڑے رونما ہوتے ہیں وہ مسئلہ کشمیر سے بھی زیادہ پیچیدہ بن جاتے ہیں ۔ اقوام متحدہ کی کوئی بڑی سے بڑی اسمبلی میں بھی انہیں سلجھانے میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔

ہمارے ان خانگی محاذوں پر کام کرنے والی سب کی سب مستورات ہوتی ہیں اور ان میں سے ہر ایک اپنی حریف کے مقابلے میں اپنے کو زیادہ جری اور دلیر ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتی ہیں۔ چھوٹی عمر کی بچیوں کے ننھے ننھے دماغوں میں لڑائی کا یہ جذبہ عمر کے ساتھ ساتھ پرورش پاتا اور بڑھتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ یہ لڑکیاں بڑی ہو کر جب انسانی زندگی میں عملاً قدم رکھتی ہیں تو پھر ان کے پرانے محاذ تبدیل ہو کر کہیں شوہر بیوی کہیں نند بھاوج اور کہیں ساس بہو کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ یہاں میرا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ مرد

اس جھگڑے فساد میں غیر جانبدار رہتا ہے اور تمام ذمہ داری
عورت کے سر ہے۔ بلکہ عورت مرد دونوں کی بعض کمزوریوں
کی وجہ سے یہ ناشگوار حالات پیدا ہوتے ہیں کسی خاتون کا شوہر
اگر اپنی بیوی کا ساتھ دیتا ہے تو پھر وہ اپنی ماں اور بہن کو نظر
انداز کر دیتا۔ اگر وہ بیوی کا مخالف ہوتا ہے تو پھر اور بھی
قیامت آجاتی ہے اگر بد قسمتی سے کسی خاندان کے مرد کے
اس قسم کے خیالات ہوں تو وہاں عورت کی طرف سے جنگ
کی آگ زیادہ بھڑک جاتی ہے عورت فطرتاً مرد کی نسبت دو
چار ایسی کمزوریوں میں مبتلا رہتی ہے جو اسے کبھی چین سے
نہیں بیٹھنے دیتیں ۔ استقلال کی کمی اور وہم کی زیادتی یہ دونوں
خامیاں اول خود اس کی ذات پر حملہ آور ہوتی ہیں۔ مثال کے
طور پر ہر ایک عورت کا شوہر اپنی ماں اور بہن کی باتوں میں
زیادہ دلچسپی لیتا ہے یا کچھ ایسے لوگوں کے پاس زیادہ وقت
گزراتا ہے جنہیں اس کی بیوی سے شکایت ہے تو اس کا نتیجہ

یہ ہوتا ہے کہ بیوی اپنے شوہر سے بگاڑ پیدا کر لیتی ہے اس کا خیال ہوتا ہے کہ اب وہ اپنے بیوی بچوں سے لا پرواہ ہوگیا ہے یہ وہم پیدا ہوتے ہی عورت کے تعلقات اپنے عزیزوں رشتہ داروں سے بگڑنے شروع ہو جاتے ہیں مقابلہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والیاں ہوتی ہیں جو زبانی اسلحہ جمع کرنا شروع کر دیتی ہیں دونوں طرف مورچہ بندی قائم جاتی ہے گھر کی جنت کو جہنم بنا لیا جاتا ہے نوزائیدہ بچوں کی پرورش میں کوتاہی ہونے لگتی ہے جو اکثر بیمار اور موت کا لقمہ بن جاتے ہیں نو عمر بچوں کے اخلاق اور کردار پر نت نئے جھگڑوں کا گہرہ اثر ہوتا ہے اور اس طرح نئی نسل گوہر نایاب کی بجائے ایک ناکارہ پتھر بن جاتی ہے۔

آخر میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم اپنی مستورات کو ان برائیوں سے کیونکر بچائیں اس میں شک نہیں کہ بعض اوقات محض عورت کی بدگمانی اور وہم پر مبنی جھگڑے نہیں

ہوتے بلکہ وہ دراصل حقیقت سے زیادہ قریب ہوتے ہیں مگر دونوں حالات میں عورت اگر خود ہمت اور صبر و استقلال کا دامن مضبوطی سے تھام لے تو بچاؤ کی بہت سی تدبیریں مہیا کی جا سکتی ہیں۔ مسلمان عورتیں اپنے ہر معاملہ کو اسلام کی روشنی سے پرکھیں کہ کہیں ہم اللہ کی حد سے باہر تو نہیں جا رہے دوسرے کی ہر سختی کو تحمل اور بردباری سے برداشت کرنا چاہیے اللہ پر بھروسہ کر کے اپنے دل اور دماغ کو ہر قسم کی بدگمانی اور وہم سے صاف رکھنا چاہیے اگر ان چیزوں پر عمل کیا گیا تو ہمارے گھروں کی بہت سی نا اتفاقیوں اور خانہ جنگیوں کا خاتمہ ہو جائے گا گھر کا ہر فرد سکون اور اطمینان کی زندگی بسر کر سکے گا۔

اجتماعی سوچ

سب سے پہلے یہ سوچئے کہ آپ جس باطل سے بیزار

ہیں اس کا اثر کہاں تک پھیلا ہوا ہے؟ اور پھر جس حق کی آمد
کے لئے بے قرار ہیں وہ آپ کی انفرادی کوششوں سے آبھی
سکتا ہے کہ نہیں؟ باطل کے اثرات جتنے وسیع ہو چکے ہیں حق
کو ان پر غالب کرنا اتنا ہی مشکل ہے۔ پرانے زمانے کی طرح
کفر اور شرک صرف مندر اور گرجا گر تک محدود نہیں رہا بلکہ
الحاد و دہریت کی تاریکی آپ کی گلی کوچوں میں' دفتروں اور
منڈیوں میں عدالت اور اسمبلی میں مدرسے اور شفاخانے میں
حتیٰ کہ آپ کے پریس اور ریڈیو میں پوری طرح پھیل چکی
ہے۔ بتایئے ریڈیو کے مہک پروگرام سینما کی اخلاق سوز فلموں
کو دفتروں کی رشوت اور خیانت بازار اور منڈی کی دھوکہ بازی
اور چور بازاری کو بنکوں کے سود عدالتوں کے ظلم کو اور
دوسری تمام ان چیزوں کو جو دل سے ناپسند ہیں اکیلی اکیلی کیسے
دور کر سکتی ہیں۔ ملک کا پورا نظام و نسق کتاب و سنت کے
مطابق چلانا تو بڑا کام ہے ایک بچے کی صحیح تربیت بھی اپنی

انفرادی کوشش سے نہیں کر سکتیں۔

آپ اگر اپنے ہی بچوں اور گھر کی درستی سے کام رکھیں تو بھی آپ اجتماعی کوشش کے بغیر کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ وہ دن گزر گئے جب والدین اپنی اولاد کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھال سکتے تھے۔ ان کے مدرسے اور استاد صرف ان کے ماں باپ ہوتے تھے۔

آج آپ اپنے بچوں کو کس تہ خانے میں بند کر کے رکھیں گی جہاں ان کے کان فلمی گانوں اور آنکھیں فحش مناظر سے محفوظ رہیں؟ آپ اکیلی ان کے ہاتھوں سے وہ سب زہریلا لٹریچر کیسے چھین سکتی ہیں؟ جو خدا کے خوف سے مصنف' پرنٹر پبلشر اور اخبار نویس گھر گھر پہنچا رہے ہیں؟ اور آپ تن تنہا اپنے بچوں کے لئے اپنی پسند کی سکھانے والی تمام کتابیں اخبار اور رسالے کیسے گھر تیار کر سکتی ہیں۔ دنیا میں کس انسان کے حالات سازگار ہیں کس کی راہ میں روکاوٹیں نہیں۔ مخالفوں

سے کون نہیں گھرا ہوا پھر سمجھائیے کہ اگر سبھی اپنی اپنی
مجبوریوں اور خامیوں کی بنا پر کسی اجتماعی سرگرمی میں حصہ نہ
لیں تو آپ کے دل پسند اسلام کا کیا بنے گا۔ عورتوں کی عزت
حقوق غیر صالح مرد جس طرح پامال کر رہے ہیں آپ کو انفرادی
طور پر اس کا خوب تجربہ ہے۔ نوے فیصد عورتیں خود ناشناش
مردوں کی حق تلفی اور ظلم و زیادتی کے مختلف پہلوؤں سے
نالاں ہیں کیا آپ نہیں چاہتی کہ عورتوں کو پورے پورے
حقوق ملیں۔ یتیموں' بیواؤں' بوڑھوں' بیماری' معذوروں اور
کمزوروں کو اپنی ضروریات کیلیے بھیک مانگنے کی نوبت آئے؟
خواتین اگر چند منٹ اللہ کے حکم کی خاطر خرچ کر سکیں تو یہ
بھی ان کی عبادت ہوگی کئی مسلمان اور خدا پرست بیبیاں
اپنے وقت کا بیشتر حصہ دوسروں کو تعلیم دینے اور ان کی
خدمت کرنے پر صرف کر رہی ہیں ایسی طرح کئی خواتین خود
سادہ کھا کر اور موٹا پہن کر بہت سے لوگوں کی مالی امداد کر رہی

ہیں۔ لیکن کمی صرف یہ ہے کہ مل بیٹھ کر اور اپنی قابلیتوں کو بروکار لانے کی ہالانکہ دیندار عورتوں کو اسلام اور دین کی خاطر ایک پروگرام کے تحت کام کرنا چاہیے۔ وہ سر جوڑ کو مشورہ کریں کچھ عملی راستے نکالیں کیونکہ اکیلے اکیلے کفر کا مقابلہ کرنا مشکل ہے۔

ایک پہلوان خواہ کتنا طاقتور ہو وہ فوج کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ آج کفر اور دہریت کی فوجیں موجود ہیں مگر دین اسلام کا دعویٰ اور ہمت رکھنے والے مرد اور عورتیں مل کر مقابلہ کرنے پر تیار نہیں۔ حالات جدھر جا رہے ہیں جانے دیجیے اور اپنی انفرادی مصروفیتوں میں بدستور جذب رہیے پھر جب (خدانخواستہ) آپ کی مسجدوں میں گھوڑے بندھنے لگیں گے عورتوں سے جبرا برقعے چھینے جائیں گے اور نیک لوگوں کو سر عام قتل کیا جائے گا تو آپ کو اف تک کرنے کی اجازت نہ ہوگی تو کیا آپ اس انجام کے لیے تیار ہیں۔ اگر نہیں تو خدا

راہ اپنی غفلت کو چھوڑے اور خدا تعالٰی کی عبادت سمجھ کر کہ مسلمانوں کی ترقی' مضبوطی اور اس میں اسلامی اصول رائج کرنے کی ذمہ داری آپ اور صرف آپ پر ہے اس کے لئے کوئی پابندی نہیں کہ کون کتنا وقت اور مال قربان کرے یہ فیصلہ آپ کا ضمیر کریگا کہ ماں باپ بھائی بہن' بچوں اور شوہر کے حقوق ادا کرتے وقت اور مال خالصتہ اللہ اجتماعی کاموں میں لگا سکتی ہیں۔ ایک دن ایسا آئے گا کہ انسان کا کوئی حیلہ و کوئی بہانہ کارگر نہ ہوگا دلوں کے بعید کھول جائیں گے اور ہر مرد' عورت کو صاف صاف دکھائی دے جائے گا کہ اس نے اپنے لئے کیا بھیجا یاد رکھے گا آپ کا معاملہ کسی انسان سے نہیں بلکہ خدا تعالٰی سے ہے۔ اس کی نگاہ سے ہماری کوئی چھوٹی سے چھوٹی غفلت بھی مخفی نہیں خواہ وہ حقوق العباد سے تعلق رکھتی ہو۔ خواہ حقوق اللہ سے۔

چمن حیات

زندگی جیسی انمول نعمت ضائع ہوتی چلی جا رہی ہے۔ مگر ہمیں اسکی کوئی فکر نہیں حالانکہ ہمیں چاہئے تھا کہ اپنے دل اور دماغ کو کلی طور پر اللہ تعالیٰ کا مطیع کیونکہ وہ ہر چیز کا مالک حقیقی ہے اور اسلام ایک مدد گار ہے جو چمن حیات سے پناہ مل سکتی ہے۔ ہم صرف نماز پڑھکر اور روزے رکھ کر یا بہت سے قرآن مجید کو بغیر سمجھے بوجھے پڑھکر سمجھ لیتے ہیں کہ ہم مسلمان بن گئے اور اسلام کا حق ادا کر دیا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اسلام تو بہت کچھ چاہتا ہے اور ہم سے کاش کہ ہم یہ جان سکیں کہ نماز اور روزہ کی حقیقت کیا ہے۔ نماز میں خدا سے کیا کیا وعدے کر کے مسجد سے باہر آتے ہیں پھر وعدہ خلافی کرتے ہیں رکھ کر دن بھر بھوکے پیاسے کیوں رہتے ہیں اگر اس کا علم ہو جائے اور عمل بھی کو بیت جائے۔ نماز اور

روزے کی پابندی بہت ضروری ہے یہ ایمان کے کھلے ہوئے
پودوں میں پانی کا کام دیتے ہیں۔ جس طرح ایک مالی نے صرف
پودوں کو پانی دے دیا تو بات بن جائے اور کبھی کبھار سڑے
پتے اٹھا پھینکا ہی کافی نہیں سمجھتا بلکہ خراب اور خود رو جڑی
بوٹیوں کو کیاریوں میں سے اکھاڑ پھینکتا ہے تاکہ وہ عمدہ پودوں
کی نشوونما میں حائل نہ۔ اس طرح نماز روزہ' ادا کر دینا ہی
کافی نہیں ہے بلکہ نماز پڑھکر مشرکانہ اور غلط طور طریقے جو ان
جڑی بوٹیوں کی طرح ہیں ان کو بھی نست ونابود کرنا ہے۔
ہمیں یہ سب کچھ کرنا ہے اور جان بوجھ کر اپنی زندگی کو خار
دار جنگل کی طرح نہیں بنائیں جس میں دوسروں کا بھی دامن
الجھے اور اپنی بھی تباہی ہو۔ زندگی خدا کی امانت ہے اور اسے
بہتر حالات میں اسکو واپس کرنا ہمارا فرض ہے۔ پہلے اپنی زندگی
کا مقصد سمجھو پھر اس کو اسلامی سانچے میں ڈھالو اور پھر
دوسرے لوگوں کو جو گمراہی میں اپنا ہی نقصان کرتے چلے جاتے

ہیں۔ ان کو مقصد حیات سے آگاہ کرنے کی کوشش کرو۔ اپنے
آپ کو کیوں بے کار سمجھیں اسلام کی عظیم الشان عمارت ارض
وسما کی وسعتوں کو اپنے دائرے میں لئے ہوئے بن رہی ہے
جہاں بھاری بھاری پتھر اور دوسرے قیمتی مسالے کام آتے ہیں
وہاں چھوٹی چھوٹی کنکریاں ہی بن جائیں کہیں مٹی ہی بن کر لگ
جائیں تو اس وقت ہم کتنا فخر محسوس کریں گے کہ آج یہ
عمارت ہمارے لئے بھی پناہ گاہ ہے اور کہیں گے اے اللہ
تونے ہمیں توفیق دی تو ہم دین کے کام آئے اور وقت آیا تو
ہم اپنی جان بھی نثار کر دینگے۔

کونسی رات شب قدر ہوتی ہے؟

شمس المعارف' شیخ ابوالعباسؒ بن علی صوفی کی مشہور

تصنیف ہے اس میں لکھتا ہے۔ عارف باللہ علامہ ابواحسن خرقانی متوفی اسباہ فرماتے ہیں میں جب سے بالغ ہوا ہوں کسی برس بھی لیلتہ القدر فوت نہیں ہوئی شب قدر کا تعین یکم رمضان کے دن سے کیا جا سکتا ہے عوام و خواص کے لئے یہ چارٹ پیش کیا جاتا ہے تاکہ رہبری حاصل کریں۔

دن	تاریخ
یکم رمضان	شب قدر
پیر	21 ویں شب
ہفتہ	23 ویں شب
جمعرات	25 ویں شب
منگل یا جمعہ	27 ویں شب
بدھ یا اتوار	29 ویں شب

مصنف نزہت المجالس کے والد بزرگوار نے شب قدر کے متعلق اپنا پچاس برس کا تجربہ پیش کیا ہے جو مذکورہ بالا چارٹ کی تصدیق کرتا ہے۔ اسی طرح خواجہ ابوالحسن خرقانی

شب قدر کے ضمن میں اپنا جو تجربہ بیان فرماتے ہیں اس سے بھی اس چارٹ کی تائید ہوتی ہے۔

تعین شب قدر کے سلسلے میں علما کے مختلف اقوال ہیں جن کی تعداد چالیس کے لگ بھگ ہے۔ درست یہ ہے کہ شب قدر رمضان المبارک کے آخری عشرے میں ضرور ہوتی ہے مگر تاریخیں بدلتی رہتی ہیں۔ امام بخاریؒ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شب قدر کو آخری عشرہ رمضان کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ اسی طرح امام ترمذیؒ نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تلاش کرو شب قدر کو 21, 23, 25, 27, 29 کی شب میں۔

تلاش سے مراد ہے کہ ان راتوں میں جاگو اور عبادت کرو تاکہ شب قدر نصیب ہو کیونکہ تلاش کرنے سے وہ چیز مل جاتی ہے۔ شب قدر کو پوشیدہ رکھنے میں حکمت یہ ہے کہ

لوگ شب بے داری کر کے عبادت و اطاعت میں راتیں گزاریں اور اجر و ثواب کے مستحق بنیں۔

حضرت امام مالکؒ نے موطا میں تحریر فرمایا کہ میں نے ایک قابل اعتماد عالم سے سنا جو فرماتے تھے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی عمریں چھوٹی ہیں اس لئے دوسری امتوں کے اعمال کے برابر ان کے عمل نہیں ہو سکتے۔ بس اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شب قدر عطا فرمائی۔ جو ہزار مہینوں یعنی 83 سال 4 ماہ سے افضل ہے۔ شب قدر اس امت کے لئے مخصوص ہے کسی پچھلی امت کو عنایت نہیں کی گئی۔

کہنے کی بات

گذشتہ بزرگوں کے حالات و واقعات کا مطالعہ کریں تو

ان سے قلب و روح کو ایک عجیب قسم کی طمانیت اور پالیدگی حاصل ہوتی ہے دل گواہی دیتا ہے کہ یہی وہ نفوس قدسیہ ہیں جنہیں اللہ نے اپنا ولی کہا ہے یہی وہ مردان حق ہیں جن کی ذات والا صفات پر جانشانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مقرر لقب سجتا ہے۔ کتابوں کی دنیا سے نکل کر جب ہم اپنے گرد و پیش نگاہ دوڑاتے ہیں تو ایک گونہ مایوسی ہوتی ہے۔ دیہات اور شہروں میں کتنے ہی پیر اور سجادہ نشین ایسے ہیں کہ نہ ان کی سیرت و کردار کو گذشتہ بزرگوں کی سیرت و کردار سے کوئی تعلق ہے نہ ان کے علم و تقوی میں اگلے بزرگوں کی کوئی جھلک نظر آتی ہے۔

ہم یہ تو نہیں کہتے کہ سب کے سب پیروں کا دامن سیرت و کردار اور علم و تقوی کی دولت سے تہی ہے۔ یقیناً ایسا نہیں ہے۔ لیکن اپنے اس دعوے کی صداقت میں بھی ہمیں شبہ نہیں کہ اکثریت کا حال بہت ہی نا تسلی بخش اور زبوں ہے

ان لوگوں نے تصوف کی پاکیزہ تعلیمات کو پس پشت ڈال کر سجادگی کو محض جلب زر کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔

تصوف اسلام کی ترویج و اشاعت ان کا مطمح نظر نہیں۔ بلکہ ان کا مشن محض تعویز گنڈے کے ذریعے مریدوں سے روپیہ حاصل کیا جاتے گویا عام تاجروں اور ان دنیادار پیروں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ صرف میدان کار مختلف ہیں مقصد ایک ہی ہے۔ یعنی دنیا کمانا۔

دنیا دار اور گم کردہ راہ پیروں کی اس روش نے اسلام اور تصوف کو بے حد نقصان پہنچایا ہے یہی وہ لوگ ہیں جن کی وجہ سے آج تصوف بدنام ہو رہا ہے اور مخالفین کو طرح طرح کی باتیں بنانے کا موقع مل رہا ہے کاش یہ لوگ اپنے بزرگوں کے سجادہ پر استقامت سے بیٹھ کر لوگوں کے تذکیہ نفوس کا فریضہ انجام دیتے یقین مانیں کہ اگر پیران غلام اپنے اس حقیقی محاذ پر محنت' خلوص اور لگن سے کام کریں یقین مانیں لگن

سے کام کریں تو کچھ عرصہ بعد معاشرہ کی ایسی کایا پلٹے گی کہ حکومت اقتدار اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکیں گے کیا حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء اور پر حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خانقاہ جدوجہد سے بے اثر رہی تھی؟ کیا بعد کے حکمرانوں پر ان کی پاکیزہ زندگیوں اور ان کی پاکیزہ تعلیمات کا کوئی اثر نہیں پڑا تھا؟

اگر اس عہد کے پیر اور سجادہ نشین حضرت دنیا داری کی موجودہ روش ترک کر کے اپنے بزرگوں کی پاکیزہ روش کو اپنا لیں تو اب بھی معاشرتی اور روحانی انقلاب کوئی انہونی اور دور کی بات نہیں۔

بیمار قومیں

جب کوئی شخص بیمار پڑ جاتا ہے تو اس کی دلچسپی اپنی

ذات سے بڑھ جاتی گے پھر اس کی بیماری جتنی خطرناک ہوتی ہے اتنا ہی وہ دنیا سے بے پرواہ ہو کر اپنے آپ میں جذب ہو کر رہ جاتا ہے گھر کا مرد اگر بیمار ہوگیا تو اسے اپنے بیوی بچوں کے آرام کی نسبت اپنے آرام کا خیال زیادہ ہوتا ہے اور اگر عورت بیمار پڑ گئی تو اسے بھی گھر بار سے وہ دلچسپی نہیں رہتی جو اپنی جسمانی صحت سے ہوتی ہے تندرستی کی حالت میں تو اسے خیال رہتا ہے کہ کنبے کے سب افراد کو بروقت کھانا مل جائے ان کیلئے دھلے ہوئے کپڑے موجود رہیں اگر کوئی بیمار ہے تو اسے بروقت غذا ملے مہمانوں کی تواضع ہو، فقیروں اور سوالیوں کو بھی کچھ نہ مل جائے حتیٰ کہ گھر میں پلے ہوئے کتے بلی، مرغی یا دوسرے جانوروں کو بھی بھوک، پیاس، سردی، گرمی اور دوسری تکلیفوں سے بچانے کا اہتمام کیا جاتا ہے بے الغرض اپنے سے بڑھ کر دوسروں کے آرام و آسائش اور گھر کی مجموعی بہتری کا ہر وقت خیال رہتا ہے۔ لیکن بیماری میں یہ

بات کہاں؟ پھر تو اس کے منہ سے ہر وقت اس قسم کے جملے سنے جائیں گے سر پھٹا جا رہا ہے۔ گردن میں بل پڑ گیا یہ دوا کچھ فائدہ نہیں دے رہی۔ دودھ ٹھیک نہیں ابلا کوئی کام کی چیز بروقت نہیں ملتی وغیرہ وغیرہ یعنی ہر لحاظ سے اب اسے صرف اپنے آرام کی ضرورت ہے افراد کی طرح قوموں کا بھی یہی حال بیمار قوموں کو صرف اپنے پیٹ کی فکر ہوتی ہے کہ مرغوب غزاؤں سے پر ہو جائیں خواہ سب لوگ بھوکے رہیں وہ رف اپنے لئے ریشم و اطلس کے لباس تلاش کرتے ہیں خواہ سب لوگ ننگے رہ جائیں ان کو اپنے آرام کی ضرورت ہے خواہ ساری دنیا کا آرام چھین جائے اس لحاظ سے آج کل تقریباً ساری قومیں بیمار ہیں انہیں اپنے اپنے ملک کو خوش ہال بنانے کی خاطر دوسرے ملکوں کو تباہ کرنے میں کوئی دریغ نہیں اپنی قوم کی بیماری دور کرنے کے لیے دوسروں کو آپس میں لڑا کر انہیں افلاس بے کاری اور غلامی میں مبتلا کر دینے میں کوئی

شرم نہیں۔

بیمار قوموں سے زیادہ مہلک' بیماریاں روس امریکہ' برطانیہ کو لاحق ہیں انہیں اپنے سوا کسی کا ہوش نہیں۔ ان کی چھوت سے دوسری قومیں بھی بیمار ہو رہی ہیں اور اس تندرست یعنی مسلمان قوم کے بھی بیشتر افراد انہیں امراض کا شکار ہیں۔ جس کا علاج کرنے کے لئے انہیں دنیا میں بھیجا گیا تھا خدا نے مسلمانوں کو بیمار قوموں کی تیمارداری جو نفس پرستی اور خود غرض کے امراض میں مبتلا ہیں ان کا بروقت علاج کرنے کے لیے بھیجا ہے نہ کہ عیاشی کے لیے۔

عبرت

بد نصیب فیشن پرست لڑکی کی عبرتناک داستان کس قدر درد ناک ہے۔ کیا ہماری اسلامی بہنیں اس سے درس عبرت

حاصل نہیں کریں گی؟اپنی کمزوری اور ناتوانی پر ترس کھاؤ اور اپنے کمزور بدن کو عذاب قبر و جہنم سے بچانے کی فکر کرو، آپ کی خدمت میں ایک حدیث منتخب کر کے پیش کرتا ہوں جس میں عورتوں کے چند لرزہ خیز عذاب کا ہولناک واقعہ ہے جو آپ بھی پڑھیے اور خوف خدا عزوجل سے لرزیئے۔

حضرت مولائے علیؓ مشکل کشا کرم وجہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں حضرت بی بی فاطمہؓ کے ہمراہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آقا نام دار بے کسوں کے غمخوار صلی اللہ علیہ وسلم اشکبار تھے ہم نے سبب دریافت کیا تو ارشاد ہوا فرمایا میں نے شب معراج میں خواتین کے عذاب دیکھے تھے وہ منظر یاد آگیا اسی لئے رونا آگیا عرض کیا ہمیں بھی ارشاد ہو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے دیکھا ایک عورت بالوں سے لٹکی ہوئی ہے اور اس کا دماغ کھول رہا ہے یہ اس عورت کی سزا تھی جو اپنے بال غیر مردوں سے

نہیں چھپاتی تھی۔ ایک عورت کو دیکھا کہ زبان سے لٹکی ہوئی ہے اور اس کے دونوں ہاتھ پیچھے باندھے ہوئے ہیں یہ اپنے شوہر کو زبان سے تکلیف دیتی تھی۔ ایک عورت کو دیکھا کہ اس طرح لٹکی ہوئی ہے کہ چاروں ہاتھ پاؤں پیشانی کی طرف باندھے ہوئے ہیں ۔ سانپ اور بچھو اس پر مسلط ہیں یہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نکلتی تھی اور حیض و نفاس سے غسل نہیں کرتی تھی نیل پالش لگاتی تھی۔ یاد رکھئے نیل پالش اسپرٹ ہے ایک شراب ہے جو ناپاک ہے نیل پالش کا جرم (تہ) ناخنوں پر جم جاتی ہے اور اس طرح نہ وضو ہوتا ہے اور نہ غسل

ایک عورت کو دیکھا کہ اپنا ہی جسم کھا رہی ہے اور اس کے نیچے آگ دھونکی جا رہی ہے۔ یہ غیر مردوں کی زینت بنتی تھی ایک عورت کو دیکھا جس کا سر خنزیر کی طرح ہے جب کہ دھڑ گدھے کی مانند متعدد عذاب اس پر ہو رہے ہیں یہ جھوٹ

بولنے والی اور چغل خور تھی ایک عورت کو ملاحظہ فرمایا کہ کتے کی مانند ہے سانپ اور بچھو ان کے قبل یعنی آگے سے گھسے ہیں ساتھ ہی ساتھ فرشتے اس پر آگ کے ہتھوڑنے بھی مار رہے ہیں یہ اپنے شوہر سے بغض رکھنے والی عورت تھی۔

خبردار :- جسطرح غیر مردوں سے پردہ ہے اسی طرح خالہ زاد، پھوپی زاد، ماموں زاد، چچازاد بھائی بہنوں کا اور دیوار بھابی کا بھی اسی طرح پردہ ہے جب کہ جیٹھ بھابی کے پردے کی بھی تاکید ہے نیز منہ بولے بھائی بہنوں پڑسیوں وغیرہ سے بھی پردہ ہے حتیٰ کہ پیر اور مریدنی کا بھی پردہ ہے۔ لے بالک بچہ جب عورتوں کے پردے کی چیزوں کو جاننے لگ جائے تو اس سے بھی پردہ شروع ہو جاتا ہے۔

جب کبھی کسی ضروری کام کے سلسلے میں باہر نکلنا ضروری ہو جائے تو سر کے اوپر سے لیکر پاؤں کے ناخن سمیت

اس طرح پردے میں نکلیں کہ جسم کا ابھار وغیرہ نظر نہ آئے اور پردے کا کپڑا ہرگز جاذب نہیں ہونا چاہیے۔ عورت کا غیر مرد کے ہاتھ سے چوڑیاں پہننا بھی حرام ہے۔